:\Users\Rashid\Desktop\3 copy.jpg not found.

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ حضرت مولانا عبدالسمیع قمر قاسمیؒ
■ کتابوں کی دنیا
■ معاشی مسائل کا اسلامی حل
■ ایصال ثواب
■ اورنگ زیب عالمگیر
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، طب وصحت

جلد نمبر 55/65 شمارہ نمبر 39 مورخہ ۱۱ر محرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق ۲ر اکتوبر ۲۰۱۷ء روز سوموار

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

نیک عورت

جس وقت اسلام کا ظہور ہوا، اور اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، اس وقت عورتوں کا برا حال تھا، سماج میں ان کے لئے عزت کی کوئی جگہ نہیں تھی، عورتیں صرف ہوس اور شہوت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھی جاتی تھیں اور بس۔ انسانوں کو بحیثیت انسان جو حقوق دئے جاتے ہیں، عورتیں ان سب سے محروم تھیں، انہیں ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، ایک مرد جب عورت سے اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنا چاہتا تو بلا روک ٹوک کر لیتا تھا، سماج میں مہذب کہلانے والے لوگ لڑکیوں کے وجود کو منحوس تصور کرتے تھے، اللہ کی بندیوں کو جینے کا حق نہیں تھا، لڑکیاں زندہ دفن کردی جاتیں اور کوئی اس ظالم باپ کا ہاتھ پکڑنے والا نہ تھا اور نہ ہی اس قبیح عمل کو برا سمجھا جاتا تھا۔ زمانۂ جاہلیت کی ناپسندیدہ اور مبغوض حالت کو قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا کہ ’’جب ان میں کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو سارے دن اسکا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے، جس چیز کی اسکو خبر دی گئی، اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے، آیا اس مولود کو ذلت کی حالت پر لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے، خوب سن لو! انکی یہ تجویز بہت بُری ہے۔‘‘

اسلام نے اس بدترین ظلم اور لڑکے لڑکیوں کی تفریق کو مٹایا اور لڑکیوں کو قدرت کا عطیہ اور عظیم نعمت بتایا۔ بلکہ لڑکیوں کا ذکر لڑکوں سے قبل کیا، امام واثلہ ابن اسقع فرماتے ہیں، بیوی کی سعادت اور نیک بختی میں سے یہ ہے کہ اس کے ہاں پہلے لڑکی پیدا ہو اس لئے کہ اللہ نے قرآن میں پہلے لڑکیوں کا پھر لڑکوں کا ذکر کیا ہے (ماخوذ از ھدیۃ الام الجدیدۃ) حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے بیٹے حضرت صالح فرماتے ہیں کہ جب بھی ہمارے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو میرے والد صاحب فرماتے: یہ بہت خوشی کی بات ہے، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اکثر لڑکیوں کے والد ہوا کرتے تھے۔ خود ہمارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں، طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو فرشتہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ کمزور ہے، کمزور سے پیدا کی گئی ہے اس کی کفالت کرنے والے کی معاونت کی جائے گی۔ عورت کبھی بیٹی رہتی ہے، کبھی بیوی بنتی ہے اور کبھی ماں۔ اسلام نے اس کی تینوں حالت کی عظمت واہمیت کو بیان کیا، ایک مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس تین لڑکیاں ہوں وہ ان کو ادب سکھائے، اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور وقت پر اس کی شادی کردے تو اس کیلئے جنت کا فیصلہ ہے۔

ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کے پاس دو لڑکیاں ہوں تو کیا حکم ہے، فرمایا: اس کے لئے بھی جنت ہے۔ پھر ایک دوسرے صحابیؓ نے دریافت کیا: یا رسول اللہؐ! اگر کسی شخص کے پاس ایک ہی لڑکی ہو اور وہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو کیا حکم ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے بھی جنت ہے۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا: کن لہ سترا من النار (بخاری) اللہ تعالیٰ جس شخص کو لڑکیوں کے ذریعہ کچھ آزمائے اور وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہی لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی۔ الغرض متعدد احادیث میں لڑکیوں کے ساتھ حسن معاملہ پر جنت کی بشارت دی گئی۔ خود نبی پاک ﷺ کو اپنی بیٹیوں بالخصوص حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت تھی؛

پھر وہ لڑکی جب کسی کی بیوی بن جاتی ہے تو شوہر پر بیوی کی عزت واحترام اور نگاہ داشت کو ضروری قرار دیا گیا اور اچھی بیوی کو شوہر کیلئے دنیا کا بہترین متاع قرار دیا۔ فرمایا رسول اکرمؐ نے دنیا کی ہر چیز سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان اچھی بیوی ہے اور مردوں کو حکم دیا کہ اس متاع عزیز کی عزت کرو، فرمایا: عورتوں کی عزت وہی شخص کرتا ہے جو شریف ہو اور اس کی بے عزتی وہی کرتا ہے جو کمینہ ہو، اور ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تم میں کا وہ شخص بہتر ہے جو اپنی بیوی اور بچوں کے نزدیک بہتر ہے اچھا وہی ہے جو بیویوں کے لئے اچھا ہو، (بقیہ صفحہ ۱۱ر پر)

روشن خیالی

اسلام کی تعلیمات اور قرآن واحادیث کے احکام وہدایات کا سرسری طور پر بھی مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام میں روشن خیالی بھی ہے اور اعتدال پسندی بھی، اس سے الگ ہوکر جو کچھ کیا جائے گا، اس میں اعتدال پسندی بھی نہیں ہوگی اور روشن خیالی بھی نہیں۔

اسلام میں خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا کی جو بات کہی گئی ہے وہ اعتدال پسندی کا سلوگن اور موٹو ہے۔ چلنے پھرنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، بولنے لکھنے، سب میں اسے اپنانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اعتدال کا مطلب

میانہ روی ہے۔

روشن خیالی کا لفظ میڈیا آج جن معنوں میں استعمال کر رہا ہے اس کی حیثیت بس ایک خوش کن نعرہ کی ہے اور اس کے پیچھے مغرب کا یہ ذہن کام کر رہا ہے کہ ہر سمت سے جدت اور اباحت پسندی کو راہ دی جائے، تعلیم، لباس، تہذیب وثقافت، کلچر سب میں اس کے مظاہر کھلے آنکھوں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اگر روشن خیالی یہی ہے کہ عورتیں غیر مردوں کی باہوں میں جھولتی رہیں، آزادی کے نام پر انہیں رقاصہ بنا دیا جائے، جسم سے کپڑے اتار لئے جائیں، خاندان کا وجود پارہ پارہ ہوکر رہ جائے، بوڑھے والدین کو اولڈ ہاؤس بھیج دیا جائے، ماں بہنوں کی عزتیں محفوظ نہ رہیں اور جوع البطن کے جذبہ سے ملکوں کو تاراج کیا جائے۔ ہم جنسی کو قانونی تحفظ حاصل ہو اور جسم فروشی کو پیشہ کا درجہ دیا جائے، کمزوروں کو کچل دیا جائے اور طاقت ور ظالموں کا ساتھ دیا جائے، انسانی حقوق پامال کیے جائیں اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا جائے، بے گناہوں کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے اور گناہ گار دندناتے پھریں تو یہ روشن خیالی مغرب کو مبارک ہو اور میں سو بار یہ کہنے کو تیار ہوں کہ ایسی روشن خیالی سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اسلام اس پر سو بار لعنتیں بھیجتا ہے۔

اسلام کی روشن خیالی یہ ہے کہ دوسرے کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہو، اسلام کی روشن خیالی یہ ہے کہ اگر کسی جان کو ناحق قتل کردیا تو اس نے انسانیت کا قتل کردیا اور اگر کسی کی جان بچالیا تو انسانیت کو بچالیا، اسلام کی روشن خیالی یہ ہے کہ دوسروں کی بہو بیٹیوں کا احترام اپنی بہو بیٹیوں کی طرح کرو، ان پر نگاہ مت ڈالو اور اپنی نگاہیں جھکی رکھو، شرمگاہ کی حفاظت کرو، اسلام کی روشن خیالی یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر بچوں کو قتل مت کرو، اور یہ کہ رزق کی ذمہ داری اللہ کی ہے، جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ ایک سوچنے والا دماغ اور کام کرنے والا دو ہاتھ لے کر آتا ہے۔ یتامیٰ اور ضعفاء کے مال کی طرف نگاہ مت ڈالو، سارے لوگ برابر ہیں اور ان میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہونی چاہئے۔ یہ وہ روشن خیالی ہے جس کی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔

جس روشن خیالی کا میں نے اوپر کی سطروں میں تذکرہ کیا ہے یہ ہماری ضرورت ہے۔ یہ روشن خیالی مذہبی اقدار پر عمل اور اسلام کی معتدل عملی شکلوں کو اپنا کر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کی وجہ سے سماج افراط وتفریط اور بہت سارے گناہ سے بچ سکتا ہے۔ اسے اپنا کر ایک مثالی سماج کی تشکیل کی جاسکتی ہے، جس میں خیر کا عنصر غالب ہوگا اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اس نقطۂ نظر میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ دنیا جس روشن خیالی کے پیچھے پاگل ہے، اسے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی نہیں بلکہ یہ صالح سماجی قدروں کے خلاف بغاوت ہے۔ اس زاویۂ نظر کی تبدیلی سے سیاسی، سماجی ہر سطح پر اس کے مثبت اثرات پڑیں گے۔ اور یہ دنیا جسے طاقتوروں نے اپنے ظلم کا میدان بنا رکھا ہے، امن وسکون، صلح وآشتی، باہمی رواداری اور محبت والفت کے ایسے مناظر پیش کرے گی کہ یہی دنیا جنت نشاں بن جائے گی۔

مصالحت

’’اگر ضرورت ہو تو دنیا کی بہتر سے بہتر اور قیمتی سے قیمتی چیز غیر مسلموں کی مصالحت پر قربان کردی جاسکتی ہے مگر احکام اسلام، شعار ملت، حقوق وخصائص قومی میں سے چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی نہیں چھوڑی جاسکتی، کیونکہ یہ دنائت فی الدین ہے اور غیر مسلموں کے مخصوص مراسم کو اختیار نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ شرکت فنائے اسلام، فنائے قومیت اور تفویت مقاصد اسلام ہے۔‘‘

(ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ)

بین السطور

بلا تبصرہ

’’ہم سب تھوڑے تاناشاہ ہوتے ہیں، ہم سب کے اندر یہ خواہش ہوتی ہے کہ کیسے دوسروں پر حکومت کیا جائے، یہ خواہش چھوٹی چھوٹی صورت میں روزانہ سامنے آتی ہے، ایسا اس وقت ہوتا ہے جب ہم چاہتے ہیں کہ دوسرا شخص ہمارے بتائے ہوئے کام کو دلچسپی سے کرے، جیسے آپ جب چاہے تب بچوں کو پڑھنے کو کہتے ہیں، جب کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت کچھ ایسا کرنے کی سوچ رہا ہو؛ جو چھپے طور پر ہی سہی، بے حد دلچسپ ہو، ایسی خواہشیں تناؤ کی ایک بڑی وجہ بن کر ابھری ہے۔‘‘

(ہندوستان، نیرج کمار تیواری ۲۸ر ستمبر ۲۰۱۷ء)

اللہ کی باتیں ----- رسول اللہ کی باتیں

مولانا عبد الباسط ندوی

صدقہ کی اہمیت

وانفقوامما رزقناکم من قبل أن یاتی احدکم الموت فیقول ربی لولاأخرتنی الی أجل قریب فأصدق وأکن من الصالحین ،ولن یؤخرالله نفسااذاجاء أجلھاوالله خبیربماتعملون (المنافقون:۱۰-۱۱)

اورہم نے جو کچھ تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرلو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو، پھر وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھے اور کچھ دن مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیر خیرات کرلیتا اور نیک کاروں میں شامل ہوجاتا، اوراللہ کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جب اس کی میعاد مقرر آجاتی ہے اوراللہ کو تمہارے کاموں کی (پوری) خبر ہے۔

وضاحت : انسان کی زندگی میں مال اوراولاد کی بڑی اہمیت ہے،کبھی اولاد کی وجہ سے انسان مال ودولت کے حصول کے لئے تگ ودو کرتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت اولاد سے بڑھ جاتی ہے اور مال کی حرص وہوس میں اولاد تک سے بے اعتنائی برت لی جاتی ہے اوراللہ اوراس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق خرچ کرنے سے بھی کترانے لگتا ہے، اللہ تعالی نے انسان کے دل سے مال کی اسی محبت کونکالنے کے لیے مختلف طریقوں سے مختلف راستوں میں خرچ کرنے کا حکم دیا اوراس کی ترغیب دی تاکہ انسان مال کے ذریعہ اللہ تعالی کے بتائے ہوئے راستوں میں خرچ کرکے اس کی رضا وخوشنودی حاصل کرسکے اوراس کے عذاب وسزا سے بچ سکے، انسان اس دنیامیں مال کو اپنی خواہشات کی تکمیل اور ترقی کا ذریعہ سمجھنے کے ساتھ مصیبتوں اور بلاؤں میں کام آنے والا اوران سے حفاظت کا سبب بھی مانتا ہے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے مال خرچ کرنے کو مصیبتوں سے حفاظت کا ذریعہ بتایا،فرمایا"تصدقوا و داووا مرضاکم بالصدقة فإن الصدقة تدفع عن الأعراض و الأمراض و ھي زیادة في أعمارکم و حسناتکم" (کنز العمال، رقم الحدیث :۱۶۱۱۳) صدقہ کرتے رہو اوراپنے بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعہ کرو بلاشبہ صدقہ بیماریوں اور پیش آنے والی مصیبتوں کو دور کرتا ہے اور عمر میں برکت اور نیکیوں میں اضافہ کا ذریعہ ہے، یہ تو دنیامیں، آخرت کے سلسلہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے صدقہ کی افادیت بتاتے ہوئے فرمایا"کل امرئ فی ظل صدقته حتی یفصل بین الناس"(السنن الکبری للبیہقی باب التحریض علی الصدقة) ہرانسان اس دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا یہاں تک لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوجائے ،یہی نہیں بلکہ انسان کے لئے آخرت میں وہی مال کام آئے گا جواس نے اس دنیامیں اللہ کے بتائے ہوئے طریقے اوراس کے راستے میں خرچ کیا، ورنہ سارامال جواس نے اس دنیامیں اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے حاصل کیا وہ سب وبال ہوں گے،ان کا حساب دینا ہوگا اور دنیا ہی میں چھوڑ کرجانا ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا"عن ابی ھریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال یقول العبد مالی مالی إنما له من ماله ثلاث: ما أکل فأفنی أولبس فابلی أوأعطی فاقتنی، و ما سوا ذلك فھو ذاھب وتارکه للناس ۔(مسلم شریف، کتاب الزھد والرقائق) (ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال جبکہ اس کے حاصل شدہ مال میں صرف تین ہی طرح کا مال اس کا ہے، ایک وہ جواس نے کھالیا اور ہضم کرگیا، دوسرا وہ جواس نے پہن لیا اور پرانا و بوسیدہ کردیا، تیسرا وہ جواس نے صدقہ کرکے اپنے لئے ذخیرہ بنالیا، باقی تو وہ دنیامیں دوسروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔)

قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالی نے اسی اہمیت کے پیش نظر مومنین کو مرنے سے اوراس دنیا سے آخرت کی طرف جانے سے پہلے پہلے اللہ کے بتائے ہوئے راستہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی، اور یہ بھی بتادیا کہ موت آجانے پر آدمی حسرت وافسوس سے کہے گا کہ اے اللہ تھوڑا سا موقع دیدے کہ میں صدقہ وخیرات کرلوں اور نیک لوگوں کے زمرہ میں شامل ہوجاؤں ، گویا صدقہ وخیرات آدمی کو نیکی کی راہ پر لے جاتا ہے اور نیک لوگوں کے زمرہ میں شامل کرادیتا ہے، چنانچہ آدمی مرنے کے وقت صدقہ وخیرات ہی کو یاد کرتا ہے، نماز، روزہ وحج نہیں، اس لئے آدمی کو اپنی زندگی میں خیر خیرات کرنے میں کوتاہی نہیں برتنی چاہئے اوراللہ کی دی ہوئی دولت کواللہ کی مرضی کے مطابق خوش دلی اور سخاوت کے ساتھ خرچ کرتے رہنا چاہئے کہ اس کا بدلہ اللہ تعالی دنیامیں بھی دیتا ہے اور آخرت میں تو ہے ہی، موت آجانے کے بعد دوبارہ اس کی مہلت نہیں مل سکتی ہے اور نہ ہی اس کا موقع آپاتا ہے اگر زندگی میں صدقہ وخیرات نہیں کرتا رہا تو مرنے کے وقت اس کی حسرت لیے ہوئے دنیا سے رخصت ہوتا ہے، اگر خرچ کرتا رہتا ہے، صدقہ وخیرات سے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے، دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا رہتا ہے تو اس دنیا میں بھی اس کو اس کا بہتر بدلہ ملتا رہتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،عن ابی ھریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ قال الله تعالي انفق یاابن آدم انفق علیك (بخاری شریف، کتاب النفقات، رقم:۵۱۴۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ اے آدم کی اولاد تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو میں تم کو دیتا رہوں گا، ایک موقع پر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:انفق یابلال و لا تخش من ذی العرش إقلالا (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) اے بلال خرچ کرتے رہو اور عرش والے سے کمی کا اندیشہ مت رکھو، یعنی یقین رکھو کہ جو تم اللہ کے بتائے ہوئے راستہ میں خرچ کروگے اللہ تعالی اسی دنیامیں اس کا بدل دیتا رہے گا، اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے اسی لیے تو ایک موقع پر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:مانقصت صدقة من مال (مسلم شریف، باب استحباب العفو التواضع) صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

نکاح، حقوق وفرائض

آج کل نئی نسل میں دینی تعلیم کا رجحان بہت کم ہے جس کی وجہ سے وہ معاشرتی اور ازدواجی زندگی میں ایک دوسرے کے حقوق وفرائض سے ناواقف ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ شب وروز کی لڑائی جھگڑا اور کیس مقدمہ میں گھر برباد ہورہا ہے، خاندان ٹوٹ رہا ہے اور سارا چین وسکون ختم ہے۔ سوال یہ ہے کہ نکاح کے بعد میاں بیوی کے درمیان تعلقات کیسے ہوں ایک دوسرے کے کیا حقوق وفرائض ہیں۔ تفصیل سے بتایا جائے تاکہ اس کی روشنی لوگوں خصوصا نئی نسلوں تک پہونچائی جاسکے۔

الجواب ________ وباللّٰہ التوفیق

شریعت کی نگاہ میں نکاح ایک پاکیزہ، محترم ومستحکم اور پائیدار رشتہ ہے جس کے ذریعہ دو اجنبی مرد وعورت زندگی کے نرم وگرم میں ایک دوسرے کا رفیق وہمدم اور ساتھی بن کر رہتے اور زندگی گزارنے کا عہد وپیمان کرتے ہیں، اسلام اس عہد وپیمان میں استقلال وپائیداری اور استحکام ومضبوطی چاہتا ہے، تاکہ ازدواجی زندگی کا سفر خوشگوار اور فرحت بخش ماحول میں کامیابی کے ساتھ طے ہو، ارشاد ربانی ہے۔ **یا ایھا الذین اٰمنوا أوفوا بالعقود**، (المائدة: ۱) اے ایمان والو عہد پورے کیا کرو۔ **وأخذن منکم میثاقا غلیظا** (النساء: ۲۱) اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ **أحق الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج** تمام شرطوں میں وہ شرطیں سب سے زیادہ پوری کی جانے کے لائق ہیں، جن کے ذریعہ تم نے شرمگاہ کو حلال کیا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب النکاح باب شروط فی المھر) پھر یہ کہ خالق کائنات نے میاں بیوی کے اس رشتہ میں ایسی الفت ومحبت ڈال دی جو دوسرے رشتے میں نہیں پائی جاتی، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا: **ومن آیاته أن خلق لکم من انفسکم أزواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودة ورحمة** (الروم: ۲۱) اوراس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کی مانند ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو دو محبت کرنے والوں کے درمیان محبت کو زیادہ کردے۔ **لم تر للمتحابین مثل النکاح** (ابن ماجه) یہ اس لئے تاکہ خاندانی نظام اور وہ گھر جسے اللہ تعالیٰ نے امن وسکون اور سلامتی کا گہوارہ بنایا ٹوٹنے پھوٹنے اور اجڑنے سے بچ جائے، کیونکہ خاندان کا ٹوٹ جانا اور گھروں کا اجڑ جانا بہت بڑا حادثہ ہے، جس کے سدباب کیلئے شریعت مطہرہ نے زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے کا احترام ملحوظ رکھنے، شرافت، حسن سلوک تحمل اور بردباری جیسی عظم صفات پیدا کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس کے بغیر الفت ومحبت کا پیدا ہونا اور ایک خوشگوار وکامیاب زندگی گذارنا ممکن نہیں ہے، اس نے مردوں کو بطور خاص اس بات کی تاکید کی کہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت اور شریفانہ زندگی بسر کرے، کیونکہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ مرد کو گھر کا مکھیا اور ذمہ دار ہونے کی وجہ سے جو برتری اور فوقیت حاصل ہے اس کا غلط فائدہ اٹھا کر اپنی بیوی کو حقیر وکمتر سمجھنے لگے اوراس پر ظلم وستم کرنے لگے، فرمایا **عاشروھن بالمعروف** اوران کے ساتھ اچھی طرح گزر بسر کرو۔ اس نے یہ حکم اس حال میں بھی دیا جبکہ بیوی شوہر کو نہ بھاتی ہو فرمایا **إن کرھتموھن فعسیٰ أن تکرھوا شیئا ویجعل الله فیه خیرا کثیرا.** (النساء : ۱۹) اگر وہ تم کو نہیں پسند آتی ہیں تو ہوسکتا ہے کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ نے اس میں بہت سی خوبیاں رکھی ہو البتہ اگر ناپسندیدگی اس حد تک پہونچ جائے جس سے ازدواجی زندگی سخت دشوار اور متعذر ہو اور شریعت کے حدود پر قائم رہنا مشکل ہو تو پھر تسریح باحسان پر عمل کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شوہر اپنی بیوی سے بغض نہ رکھے اگر اس کی نظر میں اس کی کوئی خصلت دعادت ناپسندیدہ ہو تو اس کی دوسری خصلت وعادت پسندیدہ بھی ہوگی۔ **لا یفرک مومن مومنة ان کره منھا خلقا رضی منھا آخر** (مسلم ۱/ ۴۷۵) یہ ارشادات ازدواجی زندگی اور حسن معاشرت کے وہ راہنما اور زریں اصول ہیں جن سے بڑے سے بڑا نزاع خود بخود حل ہوجاتا ہے، غصہ کا جوش ٹھنڈا ہوجاتا ہے، اور انسان اطمینان وسکون کی سانس لیتا ہے، کیونکہ ہر انسان کے سارے کردار اور ساری خصلتیں بری نہیں ہوتیں، کچھ عادتیں بری ہوتی ہیں تو کچھ اچھی بھی ہوتی ہیں۔ لہذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے ان اچھے افعال واخلاق کو پیش نظر رکھے جو پسندیدہ ہیں اور جو اخلاق وعادات ناپسندیدہ ہیں ان پر صبر وتحمل سے کام لے، محبت ونرمی اور حکمت عملی سے ان کی اصلاح کی کوشش میں لگا رہے ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر غیظ وغضب اور سختی سے گریز کرے کیونکہ اس کی اصلاح اور درستگی کا معاملہ بڑا نازک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کی تخلیق سب سے ٹیڑھی پسلی سے ہوئی ہے، اگر تم پسلی کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو اس کو توڑ دوگے اور اگر پسلی کو اپنے حال پر چھوڑ دو تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی رہے گی ۔(صحیح مسلم ۱/۴۷۵، باب الوصیة بالنساء) اس لئے اگر اس کے ٹیڑھے پن کو درست کرنے کے لئے سختی سے کام لیا گیا تو اس کا انجام توڑ پھوڑ یعنی طلاق کی صورت میں ظاہر ہوگا جوان عورتوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بچوں کے لئے اور خود اپنے لئے باعث ندامت وشرمندگی ہوگا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **استوصوا بالنساء خیرا** (صحیح مسلم ۱/ ۴۷۵) اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھو (ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کرو اور یہ توقع چھوڑ دو کہ وہ سب باتوں میں تمہاری مرضی اور خواہش کے مطابق چلیں گی۔

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

مورخہ ۱۱/محرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق ۲/اکتوبر ۲۰۱۷ء روز سوموار

مسائل ہی مسائل

ملت اسلامیہ کو اس وقت بے پناہ مسائل کا سامنا ہے یہ مسائل داخلی بھی ہیں اور خارجی بھی، بہت سارے مسائل کا حل خود ہمارے پاس موجود ہے اور ہم ان سے نمٹ سکتے ہیں، لیکن اس کے لیے عزم راسخ اوراولوالعزمی کی ضرورت ہے، جومسائل سرفہرست ہیں؛ ان میں دین بیزاری اور ہماری بے عملی اور بدعملی سب سے بڑا مسئلہ ہے، نئی نسل جس تیزی سے دوسری تحریکوں اورافکار سے متاثر ہورہی ہے یہ ہمارے لیے ایک چیلنج ہے اوراس کی وجہ سے ہمارے بچے بڑی تعداد میں اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں، گھروں میں نماز، قرآن کا چرچا باقی نہیں رہا، جمعہ کی نماز بھی دورکعت تک محدود ہوکررہ گئی ہے۔ سنتوں کا اہتمام نہیں، اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ گارجین حضرات خود بھی اسلام پر عمل کریں اوراپنے بچوں میں بھی ذوق پیدا کریں، علماء وصلحاء کی صحبت اختیار کریں، تاکہ اس کے مفید اور مثبت اثرات دل ودماغ پر پڑیں، اورشیطانی حربے ناکام ہوجائیں، اس ضمن میں اسلامی تہذیب وثقافت سے دوری کو بھی رکھا جاسکتا ہے، کتنے گھروں کی آرائش وزیبائش اورسجاوٹ میں اسلامی انداز کوملحوظ رکھا جاتا ہے اور ہماری وضع قطع کس قدر اسلامی تہذیب وثقافت سے میل کھاتی ہے، وہ ہم سب جانتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ ہماری جہالت کا ہے، وہ امت جوتعلیم وتعلم کے نام پر اٹھائی گئی اور جس مذہب میں تعلیم کوفرض قرار دیا گیا، اس امت کے بچے تعلیم سے بے بہرہ ہوں تو کتنے افسوس کی بات ہے، وہ امت جس کے نبی نے **انما بعثت معلما** کہہ کر اپنا تعارف کرایا اس کے نونہال زری کے کارخانوں میں مزدوری، ہوٹلوں میں بیڑے کا اور کچڑے کے ڈھیر سے کچڑے چننے کا کام کریں، یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہے۔ اس مسئلہ پر دیہاتوں سے لے کرشہروں تک بیداری آئی ہے اور تیزی سے تعلیمی ادارے کھل رہے ہیں، لیکن اب بھی یہ ہماری تعداد کے اعتبار سے کم ہیں، جوادارے معیاری ہیں ان کی فیس اتنی لمبی ہے کہ عام مسلمانوں کی پہنچ ہی وہاں تک نہیں ہوسکتی، لے دے کرتھوڑا بہت مدارس والے بچائے ہوئے ہیں تو وہاں کی تعلیم کومعاشی سرگرمی کے لیے مفید نہیں سمجھا جاتا ہے اس لیے پڑھنے والے بچوں میں صرف چار فی صد ہی ادھر کا رخ کرپاتے ہیں، ضرورت ہے کہ جگہ جگہ مکاتب سے لے کر اعلیٰ تعلیم کے معیاری ادارے قائم کیے جائیں اور فیس وغیرہ ایسی رکھی جائے کہ اسکول کا نظام بھی صحیح ڈھنگ سے باقی رہے اور گارجین پر زیادہ بوجھ بھی نہ پڑے۔

تیسرا مسئلہ ہماری معاشی واقتصادی کمزوری کا ہے، بڑی تعداد میں مسلمان مفلسی اور پسماندگی کی زندگی گزار رہے ہیں اور یہ دلتوں سے بھی گئے گزرے ہیں، اس کے لیے سرکاری سطح پر نوکری کی تلاش کے ساتھ نوجوانوں کوٹیکنیکل تعلیم دینی ہوگی تاکہ وہ آسانی سے اپنی معاشی پسماندگی کو دور کرسکیں، دوسری صورت تجارت سے جڑنے کی ہے خواہ وہ چھوٹی گھریلو صنعت ہی کیوں نہ ہو۔ پونجی کے لیے بہت ساری اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کا مزاج بنانا ہوگا، کچھ لوگوں کو اس کام کے لیے تیار ہونا ہوگا کہ وہ سرکاری اسکیموں کی اطلاع عوام تک پہنچانے کا کام کریں، اور لوگوں کی مدد کے لیے آگے آئیں۔

چوتھا بڑا مسئلہ جمہوری اداروں میں نمائندگی کا ہے، آزادی کے بعد سے مسلسل پارلیمنٹ، اسمبلی اور مقامی جمہوری اداروں میں ہماری نمائندگی کم ہوتی جارہی ہے، اس کی بڑی وجہ سیاسی پارٹیوں کا رویہ ہے۔ وہ مسلمانوں کو ووٹ بینک کی طرح استعمال کرتے ہیں اور بعد میں وہ اس مظلوم اقلیت کو بھول جاتے ہیں، پارٹیوں میں جو ہمارے لیڈران ہیں وہ بھی پارٹی کے وفادار زیادہ اور ملت کے وفادار کم ہوتے ہیں، انھیں ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہے کہ انھیں کوئی کومنل (Communal) نہ کہہ دے، اس ڈر سے وہ بہت سارے جائز کام بھی مسلمانوں کا کرنے سے گریز کرتے ہیں، ہمیں اس صورت حال کو بدلنا ہوگا، پارٹی نظریات سے اوپر اٹھ کر ملت کے مفاد کے لیے سوچنا ہوگا۔ مسلم رائے عامہ کو اس کے لیے بیدار کرنا ہوگا تاکہ مسلم ووٹوں کو منتشر ہونے سے بچایا جاسکے، اس کے لیے ملّی تنظیمیں جو لائحۂ عمل بنائیں اور جن بنیادوں پر ووٹ دینے کی تجویز رکھیں ان پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے اکابر کی نگاہیں دوررس ہیں اور یقیناً ان کی جانب سے جو تجویز آئے اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تاکہ جمہوری اداروں میں مسلمانوں کی نمائندگی زیادہ سے زیادہ ہوسکے۔

پانچواں مسئلہ زبان کی حفاظت کا ہے، یقیناً زبان کسی مذہب کی خاص نہیں ہوتی، اردو بھی یقینی طور پر مشترکہ زبان ہے؛ لیکن مسلمانوں کا بڑا علمی سرمایہ اس میں محفوظ ہے، اس معاملہ میں سرکاری سطح پر بھی توجہ کی ضرورت ہے اور داخلی سطح پر بھی ہمیں اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ ہمارے بچے اردو پڑھیں، ہمارے گھروں میں دوسری زبانوں کے اخبارات ورسائل کے ساتھ اردو کے اخبارات ورسائل بھی خرید کر پڑھے جائیں، ہماری خط وکتابت کی زبان اردو ہو، میں نے کہیں پہلے بھی لکھا ہے کہ اردو کی لڑائی ہم اپنے گھروں میں ہار گئے ہیں، ہمیں اس طرف خصوصیت سے توجہ دینی ہوگی۔

ایک بڑا مسئلہ بلکہ داخلی مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ آپسی اختلافات کا ہے، چھوٹے چھوٹے اور فروعی مسائل میں مسلمان شدید اختلافات کا شکار ہیں، نماز نہیں پڑھتا لیکن آمین بالجہر والسر پر لڑے گا، درود شریف کا ورد نہیں کرے گا؛ لیکن کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر پڑھنے پر لاٹھیاں نکل آئیں گی، ہمیں اس صورت حال کو بدلنا ہوگا، کلمہ کی بنیاد پر اتحاد پیدا کرنا ہوگا، اسی طرح ذات پات کی لعنت سے بھی ہمیں پیچھا چھڑانا ہوگا، نہ انفرادیت اور نہ فرقہ بندی، ایک امت اور ایک جماعت بن کر زندگی گزارنا، اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت اور کلمہ کی بنیاد پر اتحاد، ہماری طاقت کا محور ومرکز ہے۔ ہمیں ہر حال میں اس ہدف کے لیے کوشش کرتے رہنا چاہئے اور ہر قیمت پر کرنا چاہئے۔ ان کے علاوہ مختلف موقعوں سے ہونے والے فسادات، محکمہ پولیس کی طرف سے مسلمانوں کو ہراساں کرنے کی کوشش، بے گناہ نوجوانوں کو پکڑ کر جیل کی سلاخوں میں ڈالا جانا، عدالت کی طرف سے مسلم پرسنل لاء میں باربار مداخلت، سرکاری ملازمتوں سے انھیں دور رکھنے کی منظّم کوششیں، ہجومی تشدد کے ذریعہ مسلمانوں کا قتل یہ ملت کو درپیش چند مسائل ہیں، جنہیں اشاروں کی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔

جھوٹ کی منڈی

ذرائع ابلاغ میں نت نئے تجربے اور سوشل میڈیا کی کے دائرے وسعت نے معلومات کی بروقت ترسیل کو آسان کردیا ہے، جو چاہے اپنی مرضی کی چیزیں لکھ کر سکنڈوں میں پوری دنیا تک پہونچا سکتا ہے، چوں کہ پوسٹ کرنے والوں کے لیے کوئی ضابطہ، معیار اور شناخت کی کوئی پابندی نہیں ہے، اس لئے سوشل میڈیا اپنے فائدے کے باوجود جھوٹی خبروں کی ترسیل کی منڈی بن گئی ہے، خبروں کے علاوہ اس پر مضامین ومقالات اور فیچر بھی بھیجنے کا رواج ہو چلا ہے، اس لیے موضوع اور ضعیف احادیث کے ساتھ غلط اسلامی معلومات، من مانی حکایتیں، اول جلول قصے کہانیاں بھی دھڑلے سے بھیجی جارہی ہیں، دینی معلومات کے لیے بھی نیٹ اور سوشل سائٹس پر اعتماد کرنے کی فضا عام ہے، نئی نسل کا بہت سارا وقت وھائس آپ، لائن، فیس بک، ٹوئیٹر اور دوسرے سائٹس پر صرف ہوتا ہے، اس لیے اس کے ذریعہ پیش کیے جانے والے مواد کے خلاف وہ کچھ سننے کو تیار نہیں، وہ مسٹر گوگل کو سب سے بڑا عالم اور اس کی فراہم کردہ معلومات کو محقق اور مصدق مانتی ہے، حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ اس پر دی جانے والی معلومات کبھی کبھی اتنی ناقص اور غلط ہوتی ہیں کہ اپنا سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے۔

خبروں کے حوالہ سے یہ معاملہ اور بھی گمراہ کن ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ روہنگیا مسئلہ پر کئی لوگوں نے پوسٹ کیا تھا کہ ایران اور ترکی افواج ساری سرحدوں کو توڑ کر برما پر روہنگیائی مسلمانوں کے تحفظ کے لیے حملہ آور ہوگئی ہے، بعض حضرات نے تو فرضی بحری بیڑے کی روانگی بھی دکھائی تھی اور بعض حضرات نے برما میں لڑائی کے منظر پوسٹ کرکے سنسنی پیدا کردی تھی، حملہ کے لیے حکم دینے میں جن صاحب نام ذکر کیا گیا تھا، وہ ترکی کے وزیر اعظم کبھی رہ چکے تھے، پوسٹ کرنے والے کو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ ترکی کا وزیر اعظم ابھی کون ہے، اس پوسٹ کو روہنگیائی مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا گیا، خصوصا اس تصویر کا جو کئی سال پہلے کی تھی، جس میں روہنگیائی مسلمانوں کو فوج پر حملہ کرتے دکھایا گیا تھا، اس سے عالمی سطح پر برما کے مسلمانوں کا کیس کمزور پڑا۔ ابھی حال ہی میں سوشل میڈیا پر یہ خبر زوروں سے پھیلائی گئی کہ ہنی پریت بابا رام رہیم کی منہ بولی بیٹی کی لاش نیپال میں پائی گئی، حالاں کہ ہنی پریت اس دن دہلی میں تھی اور وکالت نامہ پر دستخط کررہی تھی، جیسا کہ اس کے وکیل نے بعد میں اس کی تصدیق کی۔

حال کی جھوٹی خبروں میں ایک خبر یہ بھی تھی کہ عمان حکومت نے مولانا سلمان الحسینی ندوی کو ملک چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے، اخباروں میں بھی یہ خبر آئی اور موافق ومخالف بیان کی باڑھ سی آگئی، موافقوں نے حق گوئی وبے باکی پر شاباشی دی اور مخالفوں نے مولانا کی کردارکشی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، انہیں دہشت گرد تک کہہ ڈالا، ایک مشہور اہل قلم نے علامہ یوسف قرضاوی کے ساتھ تصویر دکھا کر ایک دہشت گرد کی قربت دوسرے دہشت گرد سے ثابت کی، حالاں کہ مولانا عمان سے پورے اعزاز کے ساتھ رخصت ہوکر ترکی چلے گیے تھے، دودن کے بعد بقول ان کے یہ ''پھول جھڑی'' چھوڑی گئی، اگر مولانا نے سوشل میڈیا پر وضاحتی بیان نہیں دیا ہوتا اور وہ خود تو کتنے لوگ اس خبر کے بارے میں تردد کا شکار ہوتے۔ سوشل میڈیا پر رائے ونڈ پاکستان کے ایک بڑے داعی کے انتقال کی خبر بھی باربار نشر کی جاتی رہی ہے، حالاں کہ وہ درازی عمر کے ساتھ کبرسنی کے باوجود بقید حیات ہیں اور تبلیغی جماعت کے حوالہ سے پوری دنیا میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔

یہ چند مثالیں ہیں، جو بتاتی ہیں کہ سوشل میڈیا تیزی سے جھوٹ کی منڈی بنتی جارہی ہے، خبر کی تعریف میں یہ کہا جاتا رہا ہے کہ جس میں صدق وکذب کا احتمال ہو، اب صدق کا احتمال کم ہوتا جارہا ہے اور کذب کا غلبہ ہورہا ہے، ایسے میں سوشل میڈیا کے ذریعہ آنے والی کسی خبر پر آنکھ بند کرکے یقین نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ اللہ رب العزت خبروں کی تحقیق کا ہمیں حکم دیا ہے، اگر خبروں کو اس عمل سے نہیں گذارا جائے گا تو جہالت کی وجہ سے یہ باعث ندامت ہوسکتا ہے، سوشل میڈیا کی اہمیت اپنی جگہ، اس سے انکار تو ممکن نہیں، لیکن ہر خبر کو سچ مان لینا کہاں کی دانشمندی ہے؟

لڑکھڑاتی معیشت

مرکزی وزیر خزانہ ارون جیٹھلی کے بلند بانگ دعووں کے برعکس ہندوستانی معیشت کو کساد بازاری کا سامنا ہے، رزرو بینک کے سابق گورنر، ماہر سابق وزیر اعظم من موہن سنگھ اس بات کو بار بار کہتے رہے ہیں، لیکن ان کے ماہر معاشیات کی حیثیت کو نظر انداز کرکے یہ سمجھا جاتا رہا کہ کانگریس بول رہی ہے، اور حزب مخالف کا کام مخالفت میں بولنا ہی ہوتا ہے، مان لوگ اس پر کان نہیں دھر رہے تھے، اب یہی بات بی جے پی کے سینئر لیڈر سابق وزیر خزانہ یشونت سنہا نے کہی ہے، بقول ان کے مالی بدانتظامی، نوٹ بندی اور جی اس ٹی کے کمزور نفاذ نے ہندوستانی معیشت کا بیڑہ غرق کردیا ہے (بقیہ صفحہ ۱۱/ پر)

یادوں کے چراغ

حضرت مولانا عبدالسمیع قمر قاسمی

ایڈیٹر کے قلم سے

حضرت مولانا عبدالسمیع قاسمی بن ڈاکٹر محمد قاسم بن حاجی دیدار احمد بن کریم بخش کا دہلی کے میکس ہوسپٹل میں ۵/ستمبر ۲۰۱۷ء مطابق ۱۳/ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ کی شب میں ڈھائی بجے انتقال ہوگیا، وہ عرصہ سے بیمار چل رہے تھے، مہینوں سے علاج کے سلسلہ میں وہ کاٹھمنڈو میں قیام پذیر تھے، ۲۸/اگست کو بہتر علاج کے لئے انہیں دہلی کے میکس ہوسپٹل لے جایا گیا تھا، ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق مرض میں افاقہ تھا، لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے، جس وقت وہ تہجد کے لیے اٹھا کرتے تھے، وہی وقت اللہ نے وصال کا مقرر کیا تھا اور وقت مقرر ٹلا نہیں کرتا، جنازہ دہلی سے بذریعہ امبولینس ان کے گاؤں موتی گیر پرسا دیوار ضلع مہوتری، نیپال منتقل کیا گیا اور ۶/ستمبر کو تین بجے کے قریب ان کے صاحب زادہ مفتی محمد ارشد مظاہری نے جنازہ کی نماز پڑھائی، عیدالاضحیٰ کی تعطیل کی وجہ سے قرب وجوار کے مدارس کے طلبہ کی شرکت نہیں ہوسکی، لیکن علماء، صلحاء کی بڑی تعداد شریک جنازہ تھی، اپنے قائم کردہ مدرسہ کے صدر دروازہ کے جانب شمال ذاتی آراضی کے ایک قطعہ میں تدفین عمل میں آئی، میں اس دن بیگوسرائے کے سفر پر تھا، اس لیے جنازہ میں شرکت سے محرومی رہی، دوسرے روز مولانا محمد انوار اللہ فلک بانی ومہتمم ادارہ سبیل الشرعیہ آواپور شاہ پور کے ساتھ تعزیت کے لیے حاضر ہوا، حضرت قاری اطیع اللہ صاحب کٹھملیا چمپارن بھی وہیں قیام پذیر تھے، مولانا مفتی محمد ارشد مظاہری، مولانا مرحوم کے خاص رفیق اور رشتہ دار مولانا محی الدین، میرے رفیق درس مولانا محمد انوار صاحب استاذ مدرسہ سے ملاقات ہوئی، گاؤں کے کچھ لوگ بھی میری حاضری کا سن کر آگیے تھے، سب کے لیے تعزیت کے کلمات کہے گیے، ڈھارس بندھائی گئی اور قبر پر جا کر فاتحہ خوانی اور مٹی دینے کی بھی سعادت نصیب ہوئی، **فللہ الحمد و الشکر** .

مولانا عبدالسمیع قاسمی کی ولادت موتی گیر پرسا دیوار ضلع مہوتری نیپال میں ۱۹۴۳ء میں ہوئی، والدہ عبدالرزاق صاحب مرحوم ساکن بارا ضلع سیتامڑھی کی دختر نیک اختر تھیں، ابتدائی تعلیم اپنے والد ڈاکٹر محمد قاسم صاحب سے پائی اور پھر طلب علم کے لیے اس وقت کے معروف تعلیمی مراکز کا سفر کیا، سفر کا آغاز مدرسہ اشرف العلوم کنہواں سے ہوا، اور مدرسہ انوار العلوم مئوائمہ (الہ آباد) جامعہ اسلامیہ سلطان پور یوپی، اور دارالمبلغین لکھنؤ سے کسب فیض کیا، متوسطات تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۳ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور ۱۹۶۶ء میں وہیں سے علوم متداولہ کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی، مولانا کا شمار حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ، علامہ ابراہیم بلیاویؒ، اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں ہوا کرتا تھا، دارالمبلغین میں انہوں نے مولانا عبدالسلام اور مولانا عبدالاول سے کسب فیض کیا تھا، اس لئے فراغت کے بعد پھر دارالمبلغین کا رخ کیا اور کچھ عرصہ مناظرہ بازی کے رموز ونکات سیکھے، خصوصا شیعہ سنی مناظرہ کے اسرار ورموز میں مہارت پیدا کی، اس کے بعد طیبہ کالج لکھنؤ میں تین سال تعلیم حاصل کی، ابھی وہاں سے فراغت میں دو سال باقی تھا کہ علاقہ کی دینی ضرورت کے پیش نظر والدین کے حکم سے وطن لوٹ آئے اور یہاں تبلیغ ودعوت کے کام میں لگ کر علاقہ کی اصلاح کی فکر کرنے لگے، شرک وبدعت اور علاقہ سے تعزیہ داری کا خاتمہ آپ کی مسلسل جد وجہد کا نتیجہ ہے، ردقادیانیت، احیاء سنت اور مدارس ومکاتب کا قیام، آپ کی خدمات کے زریں عناوین ہیں۔

مولانا مرحوم کا ذہن تحریکی تھا، چنانچہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب کنہواںؒ اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ کے مشورہ سے ۲۹/رجب ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۰/ستمبر ۱۹۸۱ء کو اپنے آبائی وطن میں مدرسہ فیض الاسلام کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ کی بنیاد ڈالی، اور دھیرے دھیرے اسے ترقی دے کر دورۂ حدیث تک پہونچایا، ۱۴۲۰ھ میں حضرت مولانا عبدالحقؒ شیخ ثانی دارالعلوم دیوبند نے بخاری شریف کی پہلی حدیث کا درس دے کر دورہ حدیث کا آغاز کیا، مگر یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک باقی نہ رہ سکا، ان دنوں عربی چہارم پنجم تک کے طلبہ رہتے ہیں، عالی شان عمارت اور وسیع آراضی مدرسہ کے پاس ہے، مولانا کی طویل علالت اور کچھ لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے مدرسہ اس تیزی سے آگے نہیں بڑھ سکا جیسا مولانا چاہتے تھے، مفتی ارشد صاحب جواں سال ہیں، صلاحیت بھی ہے، صالحیت بھی، مدرسہ کے ارباب حل وعقد وارکان شوریٰ نے انہیں مدرسہ کا ذمہ دار نامزد کیا ہے، وہ گذشتہ پانچ سالوں سے مدرسہ کے کام کو والد کی زندگی میں بھی دیکھا کرتے تھے، اس لیے بڑوں کو ان سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ مولانا مرحوم نے ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء میں حضرت شیخ زکریاؒ جن سے پہلے سے بیعت کا تعلق تھا، ان کے ایما واشارے پر حضرت قاری صدیق احمد باندویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کیا تھا، ۱۴۰۹ھ میں حضرت نے خلافت واجازت سے سرفراز کیا، اس لائن سے بھی مولانا کے مریدوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے، البتہ مولانا نے کسی کو خلافت بھی دی تھی اس کا پتہ نہیں چل سکا، مولانا نے نیپال میں علماء کو منظّم کرنے کے لیے ۶/جون ۱۹۹۰ء مطابق ۱۴۱۰ھ بروز بدھ جمعیت علماء نیپال کی بنیاد رکھی، اور وفات سے قبل تک وہ اس تنظیم کے نائب صدر کے طور پر کام کرتے رہے تھے، مولانا کو شاعری سے بھی شغف تھا، قمر تخلص فرماتے تھے، پورے کلام تک تو رسائی نہیں ہوسکی، لیکن دو نظم جن میں ایک ترانہ فیض الاسلام ہے اور ایک تعزیہ سازی کے خلاف ہے، مطبوعہ ہے، دونوں نظم ادیبانہ کم ہے اور واعظانہ رنگ اس پر غالب ہے۔

مولانا نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں، پہلی شادی اپنی پھوپھوزاد بہن سے؛ جو حاجی محمد جان صاحب کی صاحب زادی تھیں، ان کے انتقال کے بعد دوسری شادی ولی احمد صاحب (م ۲۰۱۳ء) ساکن خلافت باغ مہسول کی صاحب زادی سے کیا، جب وہ بھی گذر گئیں تو تیسری شادی حافظ حسن عالم بارہ ٹولہ سہرگھاٹ دربھنگہ کی صاحب زادی سے کیا آخر الذکر سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، البتہ محل اول سے دو لڑکے تھے جو شادی شدہ ہو کر گذر گئیں، دوسری شادی سے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں، جس میں سے دو لڑکے حالت طفلی میں اللہ کو پیارے ہوگیے، اس طرح مولانا کے پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین لڑکے اور تین لڑکیاں موجود ہیں، جو ان کی صلبی باقیات ہیں۔

مولانا کو تصنیف وتالیف کا بھی اچھا ذوق تھا، حدیث وفقہ پر گہری نظر تھی، چہل حدیث، فیضان اولیا، حج وعمرہ، سیدنا حضرت حسین کا قاتل دوست ان کی علمی صلاحیت وشغف کا بہترین نمونہ ہیں، نماز کا تحفہ، احادیث سے مسائل کو مدلل کرنے کی عمدہ کوشش ہے، جو اہل علم میں کافی مقبول ہے، مولانا نے شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ کی تقریر بخاری کو بھی مرتب کیا تھا، جو منتظر طباعت ہے۔

مولانا مرحوم سے میرے تعلقات کی داستان تقریبا پینتیس سال پرانی ہے، میں دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۸۳ء میں فارغ ہو کر آیا تھا قاری بدر عالم طیبی مرحوم ان دنوں مدرسہ فیض الاسلام میں استاذ تھے، ایک لکڑی کی عمارت دو منزلہ اور ایک بڑا سا سائبان کل یہی اثاثہ مدرسہ کا تھا، مولانا عبدالسمیع صاحب جامعہ ام القری سے اپنے مدرسہ کی سند کا معادلہ کروا رہے تھے، میں نے قاری بدر عالم صاحب کے کہنے پر جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرّمہ جانے کی خواہش پر اس مدرسہ میں رسمی داخلہ لیا تھا اور مولانا انوار الحق صاحب سابق پرنسپل مدرسہ رحمانیہ مہسول سیتامڑھی نے رسمی امتحان لیا تھا، لیکن یہ معاملہ آگے نہیں بڑھ سکا، البتہ میرا آنا جانا اس علاقہ میں اسی واقعہ کے بعد شروع ہوا، حضرت مولانا محمد طیب صاحب کنہواںؒ کی شفقت ومحبت اور تقریبا پچیس سال وہاں کے طلبہ امتحان لینے کی سعادت کی راہ ورسم اور داغ بیل اسی سفر سے پڑی تھی، اس کے بعد سے جب بھی کنہواں گیا، مولانا سے ملنے ان کے مدرسہ جاتا اور ان کی ضیافت اور شفقت ومحبت سے مستفیض ہو کر لوٹتا، وہ میرے بڑے تھے، لیکن میری صلاحیتوں پر بھروسہ کرتے تھے، چنانچہ جب نیپال میں بادشاہت کے بعد نیا قانون بننے لگا تو اس کا ڈرافٹ شدہ مسودہ مجھے بھی دیا تھا کہ میں اس کا مطالعہ مسلم پرسنل لا کے تناظر میں کروں، میں نے انہیں اپنی تجویزیں بھی دی تھیں، پھر معلوم نہیں ہوسکا کہ ان ترمیمات کا کیا ہوا، بہرکیف مولانا ہمارے درمیان نہیں رہے، دعاء مغفرت ہی اب ان کے لیے مفید ہے، سو اس کا سلسلہ جاری ہے۔ اور آئندہ بھی جاری رہنا چاہیے۔

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

کتابوں کی دنیا

المنہج السلیم للدعوۃ الی اللہ (دعوت اسلامی کا صحیح طریقہ)

رضوان احمد ندوی

ملک کے نامور اہل قلم اور معروف عالم دین مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ ومدیر نقیب پٹنہ اپنی تنظیمی مشغولیتوں کے باوجود تصنیف وتالیف کا مشغلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، واقعی انہوں نے کتاب اور علم کو اپنا مقصد حیات قرار دے رکھا ہے، ماضی میں ان کے قلم سے درجن کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور اس وقت بھی کچھ زیر ترتیب ہیں اور کچھ پریس کے حوالے، زیر نظر کتاب المنہج السلیم للدعوۃ الی اللہ در حقیقت ان کی اردو تصنیف ''دین کی دعوت کا آسان طریقہ'' کا عربی ترجمہ ہے، جس کو مولانا نظام الدین اسامہ ندوی استاذ مدرسہ دار الملت رام پور سگہری مظفر پور نے عربی قالب میں ڈھالا ہے، مفتی صاحب نے اس کتاب کو عرصہ ۳۵/سال قبل مرتب کیا تھا جس میں فاضل مصنف نے داعی، دعوت اور طریق دعوت کو موثر اسلوب میں بیان کیا ہے اور مسلمانوں کو فریضہ دعوت وتبلیغ یاد دلا کر اسلام کی عظیم نعمت کو تمام بندگان خدا تک پہونچانے کی دعوت دی ہے اور بتلایا کہ دعوت وتبلیغ اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے، مفتی صاحب نے اپنی اس کتاب میں تبلیغ ودعوت کے کچھ رہنما اصول بھی بیان فرمائے ہیں، جو سب کے سب قرآن واحادیث سے ماخوذ ہیں، جیسے بندگان خدا کے ساتھ خیر خواہی کرنا، اور ان کے ساتھ اخلاص ومحبت سے پیش آنا وغیرہ، تاکہ مخاطب کے دلوں مین نرمی ولطافت پیدا ہو، اس حیثیت سے یہ کتاب اپنے موضوع ومقصد کے لحاظ سے مفید اور کار آمد باتوں پر مشتمل ہے، مجھے کتاب کے اردو نسخہ سے براہ راست استفادہ کا موقعہ نہیں مل سکا اور نہ ہی اس کا کوئی ایڈیشن نظر سے گذرا ہے، میرے پیش نظر اس کا عربی ترجمہ ہے، جو مجموعی حیثیت سے بہتر ہے، طرز بیان اور تحریر میں سلاست وشگفتگی ہے، عربی تعبیرات واستعارات دلکش وجاذب نظر ہیں، کاغذ وطباعت بھی قدرے ٹھیک ہے، حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے کتاب پر گرانقدر مقدمہ لکھ کر کتاب اور صاحب کتاب کو سراہا ہے، مولانا نور الحق رحمانی استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ نے اپنے تحسینی کلمات میں کتاب کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے اردو داں طبقہ کے لئے اردو نسخہ کے طبع کرانے کا مشورہ دیا ہے، شیخ محمد حماد کریمی ندوی مدیر مجلّہ النصیحۃ نے دعوت دین کی اہمیت کو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کرنے کے بعد مصنف ومترجم دونوں کیلئے صحت وعافیت کے ساتھ دارزئ کتاب کی مقبولیت کی دعاء فرمائی ہے، کتاب پر مترجم کتاب مولانا نظام الدین اسامہ ندوی کا کلمۃ المترجم اور خود مصنف کا فاضلانہ مقدمہ قابل مطالعہ ہے، جس کیلئے مصنف اور مترجم قابل تحسین ہیں، کتاب کے آخری چند صفحات میں خلاصہ بحث کے عنوان سے مصنف نے ہر دیندار مسلمان سے معروف کو پھیلانے اور منکرات کو روکنے کی تلقین کی اور کہا ہے کہ یہی ہماری شان ہونی چاہئے۔ ایک سو صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ساٹھ روپے طبع ہے جو اس گرانی کے دور میں زائد نہیں ہے، امید ہے کہ عربی زبان وادب کا ذوق رکھنے والے اصحاب، مصنف اور مترجم کی محنت کی قدر کریں گے، اور مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ 501505 سے طلب کر کے کتاب کے مطالعہ سے اپنی معلومات میں اضافہ کریں گے۔

معاشی مسائل کا اسلامی حل

مولانا رضوان احمد ندوی

تاریخ کے ہر دور میں دنیا کے محققین نے غربت وافلاس اور پسماندگی کو دور کرنے کے لیے نت نئے منصوبے اور لائحۂ عمل بنائے، اس کے لیے ریسرچ سنٹر قائم کئے گئے؛ بلکہ اس مسئلے کے حل کے لیے ملکی وبین الاقوامی سطح پر بڑی بڑی معاشی اور اقتصادی تنظیمیں اور تحریکیں وجود میں آئیں؛ لیکن طرفہ تماشا کہئے کہ غریبی کو دور کرنے پر جتنا زور دیا گیا، اسی مناسبت سے مفلسی بڑھتی ہی گئی اور جدید ذرائع معاش نے لوگوں کے اندر معاشی الجھاؤ پیدا کردیا، ہندوستان ہی کیا؟ دنیا کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی غربت کی لکیر سے نیچے کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوگئی، اس میں ایسے متمدن ممالک بھی شامل ہیں، جہاں کے باشندوں کی رفتار ترقی نے ان کی ضروریات زندگی کو لامحدود کردیا، وہاں کے متوسط طبقے معاشی زبوں حالی اور شکست وریخت کے شکار ہیں، حالیہ ایک سروے رپورٹ کے مطابق امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک میں اس وقت چار کروڑ ستر لاکھ افراد غربت کی زندگی گذار رہے ہیں، خود ہمارے ملک ہندوستان میں تقریبا 45 کروڑ 9 لاکھ مزدور ملک کے مختلف سیکٹر میں کام کرتے ہیں، ان میں 43 کروڑ سے زیادہ غیر منظم سیکٹر میں محنت ومزدوری کرتے ہیں، جو بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہیں، نہ ان کے لیے ہفتہ واری چھٹی ہے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی بھی سہولیات فراہم ہیں، ستم ظریفی یہ بھی ہے کہ بہت سے مزدوروں کو محنت ومزدوری سے ملنے والی اجرت ورقومات ان کی ضروریات کے لیے قطعی ناکافی ہورہی ہیں، وہ دن بھر محنت کرتے ہیں اور سردیوں کی کپکپاتی رات میں سڑکوں کے کنارے سونے پر مجبور ہوتے ہیں، بسا اوقات ان کا پیٹ خالی اور بدن ننگا ہوتا ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ ہندوستان میں بڑی خوش حالی تھی، یہ ملک دنیا کے بہترین تجارتی ملکوں میں شمار ہوتا تھا، خاص کر کپڑے کی تجارت کے لیے دنیا میں اس سے بہتر ملک نہ تھا، یہاں کی روئی، سوتی اور ریشمی کپڑے تمام ایشیائی ممالک کے بازاروں میں فروخت ہوتے تھے؛ لیکن جب یہاں کی معیشت پر اولے پڑنے لگے، گلوبرالائزیشن نے دستک دی اور جہاں ایک طرف ملک کی بے شمار دولت بیرونی ممالک کے بینکوں میں جمع ہونے لگی او بیرونی ممالک کی مصنوعات کی کثرت ہونے لگی تو اشیاء زندگی گراں ہوتی گئی جو عام لوگوں کی قوت خرید سے فروتر ہوگئی، چنانچہ ماہر معاشیات نے اس کی وجہ زر کی کمی کو سب سے بڑی وجہ بتائی؛ اس لیے زر زیادہ ہونا چاہئے، اس خیال کے تحت سونے وچاندی اور دیگر دھاتوں کے سکے جاری کئے گئے، نوٹ چھاپے گئے، مگر حقیقت یہ ہے کہ جب روپے زیادہ ہوگئے تو اوسط اور ادنی طبقے کے لیے سامان خریدنا مشکل ہوگیا کہ جب روپے کی کثرت ہوگئی تو اعلیٰ طبقہ نے ایک روپے کی چیز کو پانچ روپے میں خریدنا شروع کیا، اس وقت اعتدال یوں باقی رہتا کہ اسی پانچ روپے کی چیز کو اپنی آمدنی کے مطابق متوسط طبقہ ڈھائی روپے اور ادنی طبقہ سوا روپے میں خریدتا، ظاہر ہے کہ کوئی دوکاندار ایسا نہیں کرسکتا، ایک نظریہ یہ سامنے آیا کہ امیر وغریب، سرمایہ دار اور مزدور کے امتیازات کو مٹادیا جائے اور دولت میں سب کو برابر کا حصہ دیا جائے، اس طرح کے دلفریب نظریہ رکھنے والوں نے یورپ کے معاشی نظام میں بحران پیدا کردیا، معاشی انجمنوں کو دور کرنے کے لیے کچھ مغرب زدہ ناعاقبت اندیش ماہرین معاشیات نے برتھ کنٹرول کا نظریہ پیش کیا، مگر انہیں اس وقت احساس ہوا، جب افراد کے کم ہونے سے ذرائع معاش کے استقلال وانتظام میں کمی واقع ہونے لگی اور تجارت وزراعت پر ان کا قبضہ کمزور ہونے لگا، جنوبی کوریا، فلپائن، تائیدوان سمیت کئی ممالک اس کے شکار ہوئے۔

اسلام ایک نظام زندگی ہے، جس کا ایک اہم شق معیشت اور اقتصاد بھی ہے؛ لیکن پورے اسلام کو ایک معاشی نظام کی حیثیت سے متعارف کرانا یا اسلام کو ایک معاشی نظام سمجھنا درست نہیں، ہاں معیشت کو اسلام نے اہمیت ضرور دی ہے؛ لیکن اس کو مقصد زندگی قرار نہیں دیا، اس پس منظر میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دولت کی مساویانہ تقسیم کا قائل نہیں ہے؛ بلکہ دولت کی منصفانہ تقسیم چاہتا ہے، یعنی دولت کا ارتکاز نہ ہو کہ امیر وغریب کے درمیان تفاوت بڑھتا چلا جائے؛ اس کی حکمت یہ ہے کہ دولت کی گردش کا دائرہ وسیع تر ہوتا کہ معاشرہ میں معاشی توازن برقرار رہے، درحقیقت اسلام کی نظر میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ یہ دنیا جس کے اندر انسان آیا ہے، اس کی آخری منزل نہیں ہے؛ بلکہ آخری منزل تک پہونچانے کے لیے سیڑھی ہے اور ایک عبوری دور ہے، اب عبوری دور پر پوری توانائیاں اور ساری طاقت خرچ کرنا اسلام کے بنیادی مزاج سے میل نہیں کھاتا؛ تاہم اگر اسلام کے فلسفہ معاشیات پر اخلاص کے جذبہ سے غور کریں تو امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے، اسلام نے معاشی نظام کے حل کے لیے ادائیگی زکوٰۃ کو مرکزی حیثیت دی ہے کہ ہر صاحب حیثیت سماج کے دبے کچلے لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرکے معاشرہ کو صحت مند بنائیں اور باہم اخوت ومحبت کی فضا کو فروغ دیں، اس طرح اوقاف کی جائیدادوں کی آمدنی کو دوسرے سماجی اداروں کے قیام کے ساتھ غریبوں کی حوائج ضروریہ پر صرف کئے جائیں، جو لوگ صحت مند، تندرست وتوانا ہیں، وہ کسب حال کے لیے جہد مسلسل کرتے رہیں؛ اس لیے کہ اسلام نے حلال اور جائز طریقوں سے روزی حاصل کرنے کو عبادت قرار دیا ہے: ﴿وابتغوا من فضل اللّٰہ﴾ (اللہ کے فضل کو تلاش کرو) اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کو محنت ومزدوری کرنے پر آمادہ کیا اور فرمایا کہ یہ محنت کی کمائی، اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ تم قیامت میں آؤ اور سوال کا داغ تمہارے چہرے پر ہو، بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کے لیے اس سے اچھا کھانا اور کوئی نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے عمل کرکے کھائے، اس لیے عہد صحابہ سے اب تک جن لوگوں نے کسب حلال کے لیے محنت ومشقت برداشت کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں کشادگی اور فراخی عطا کی، صحت مند بے روزگار افراد بھی محنت ومزدوری کرکے ترقی کے دھارے میں آسکتے ہیں، قدرت نے ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں روزگار کے بے شمار مواقع فراہم کئے ہیں، یہاں مقامی طور پر چھوٹی چھوٹی صنعتوں کے بے حد امکانات ہیں، دست کاری اور پارچہ باقی کے ذریعہ معیشت کو مستحکم کیا جاسکتا ہے، حکومتی سطح سے نت نئے منصوبے اور پروگراموں کی تشہیر ہوتی رہتی ہے، اس سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں، جب تک ہم اپنی بے خبری کو دور نہیں کریں گے اور ان طریقوں کو جو معاشی ترقی میں زیادہ مؤثر ہیں، اختیار نہیں کریں گے، اس وقت تک ممکن نہیں کہ ہماری معیشت مضبوط ہوسکے، اگر ہم تھوڑ دیر کے لیے ملک جاپان سے سبق سیکھیں تو روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے حوائج اپنے ملک میں تیار کرسکتے ہیں اور غربت وافلاس کے دروازوں کو بند کرسکتے ہیں، اپنی صلاحیت اور طاقت کا اندازہ لگا کر صرف نم ہونے کی ضرورت ہے، ایسے ہزاروں نہیں لاکھوں انسان ہیں، جنہوں نے مزدوری کرکے غربت سے نکل کر ترقی کی شاہراہ پر پہونچ کر آج وہ کروڑ پتی بن گئے ہیں تو ہندوستان کا ہر پسماندہ طبقہ محنت ومزدوری کرکے معیار زندگی کو بلند کیوں نہیں کرسکتا؟

البتہ جو لوگ جسمانی طور پر معذور ہیں، صحت وتوانائی سے محروم ہیں اور کمانے سے مجبور ہیں، ان کی کفالت ونگہداشت کی ذمہ داری افراد خاندان اور معاشرے کے متمول اصحاب پر عائد ہوتی ہے، ورنہ حکومت وقت اس ذمہ داری کو نبھائے، عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں بیت المال کا نظام قائم تھا، جس کی آمدنی فقراء ومساکین میں صرف کی جاتی تھی اور بعض اوقات اجتماعی فلاح وبہبود کے کاموں کے لیے بیت المال کے وسائل تصرف میں لائے جاتے ہیں، اس عہد میں بعض حالت میں غیر مسلموں کے مال واسباب بھی بیت المال کے املاک کا حصہ بنتے تھے، اگر آج بھی ملکی سطح پر اس طرح کے نظام کو اختیار کیا جائے تو معذور وبے بس انسانوں کی کفالت ہوسکتی ہے، اس سے جہاں معاشی خوشحالی کی راہ ہموار ہوگی، وہیں حقوق انسانی کی نگہداشت بھی ہوگی۔

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی نے لکھا ہے کہ ''پوری دنیا اور اس کے وسائل دنیا کے تمام انسانوں کا مشترک سرمایہ ہیں اور ہر فرد کا بنیادی حق ہے کہ اس میں حصہ پائے، دولت کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اس کو اللہ کا فضل قرار دیا ہے، اس کے حاصل کرنے اور اس کی تقسیم کا نظام بھی اس نے اس کے شایانِ شان بنایا ہے۔۔۔اسلام کے اقتصادی اور معاشی نظام کی اصل بنیاد اخلاق ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ انسان فرشتہ نہیں ہے، اس کی نظروں میں ہمیشہ زندگی کی اعلیٰ قدریں نہیں رہتیں؛ اس لیے اسلام نے معاشرے کے حاجت مند افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کا کام صرف مالداروں کے احساسِ ذمہ داری پر نہیں چھوڑا؛ بلکہ ایسا جامع نظام پیش کیا جس میں قابلِ اطمینان حل موجود ہے۔ اسلام نے معاشی حقوق کا جو ضابطہ بنایا ہے، وہ درج ذیل دفعات پر مشتمل ہے:

۱- سب لوگوں کے لیے کسبِ معاش کی کھلی آزادی۔

۲- جو لوگ اپنی صلاحیتوں اور حالات کے سازگار ہونے کی وجہ سے زیادہ ذرائع حاصل کرلیں، ان پر دو طرح کی ذمہ داریاں ہیں: ایک ذمہ داری یہ ہے کہ اہلِ ثروت کو اپنی آمدنی کا ایک حصہ لازماً اپنے غریب بھائیوں کو دینا پڑے گا۔ دوسرے یہ کہ دولت کمانے اور دولت خرچ کرنے کے ان طریقوں کی ممانعت ہوگی، جن سے دنیا میں دولت پرستی پیدا ہوتی ہے۔

۳- کوئی شخص یا ادارہ دولت سے دولت پیدا نہیں کرسکتا، یعنی سود مہاجنی ہو یا تجارتی یا بینک کے ذریعے، اس میں اپنی دولت نہیں لگا سکتا، اسلام کی نظر میں سود انتہائی سنگین جرم ہے اور سود لینے والا لعنت کا مستحق ہے، اس کے ساتھ سود دینے والا، سودی معاملات کی دستاویز لکھنے والا اور اس کے گواہ سب اس لعنت میں شریک ہیں۔

۴- کوئی مشترک تجارتی ادارہ ایسا کاروبار نہیں کرسکتا جس میں ایک فریق کا نفع تو متعین ہو؛ مگر دوسرے کا محض اتفاق کے حوالے ہو۔

۵- ایسے لین دین ممنوع ہیں جن میں دھوکا ہوسکتا ہے، مثلاً جس چیز کا سودا ہورہا ہے وہ سامنے موجود نہ ہو یا اس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ چیز کیسی ہے۔

۶- جو چیزیں دیکھنے والے کے اختیار میں نہ ہوں ان کو وہ محض اپنے موہوم اختیار کے ذریعے نہیں بیچ سکتا، مثلاً اڑنے والے پرندے، زیر ملکیت تالاب کی مچھلیاں، زمین کے اندر پٹرول، کوئلہ، تانبہ، سونا چاندی، کوئی بھی معدنی چیز؛ اس لیے کہ وہ زمین آپ کی مملوکہ ہے آپ بیچ نہیں سکتے اور نہ کوئی آپ سے خرید سکتا ہے۔

۷- ذخیرہ اندوزی منع ہے، چاہے تاجر کرے یا صنعت کار۔

۸- جوئے، سٹے، وعدے کے سودے جن سے بلا محنت روپیہ سمیٹنے کی ذہنیت پرورش پاتی ہے۔

۹- تعیش کے سامان جو قطعی حرام ہیں، ان کا بنانا اور بیچنا قطعاً ممنوع ہے۔

۱۰- محنت اور سرمایے کے باہمی تعلق کو اسلام ایک حد تک آزاد رکھتا ہے۔

اسلام کا معاشی نظام دراصل اسلام کے پورے نظام حیات کا ایک جز ہے اور اس جز کے فائدے اس وقت تک پوری طرح محسوس نہیں کئے جاتے، جب تک اس جز کو اپنے کل کے اندر اس کے موزوں مقام پر نہ رکھا جائے؛ اس لیے نظام معیشت کے ساتھ آپ کو اسلام کے نظام معاشرت، نظام سیاست، نظام اخلاق اور نظام روحانیت کو بھی پیش نظر رکھنا پڑے گا''۔

معلوم ہوا کہ اسلام نے معیشت کا جو جامع نظام بنایا ہے، اس سے غربت وبے روزگاری ختم ہوگی اور معیاری تعلیم دینے اور دلوانے کے لیے فضا سازگار ہوگی، آج لوگ اپنے بچوں کو اعلی تعلیم دلوانے کے خواہش مند اور متمنی ہیں، مگر معاشی زبوں حالی ان کے لیے رکاوٹ بنتی رہتی ہے، اگر کھلے ذہن ودماغ سے غربت کو دور کرنے کے مذکورہ طریقوں پر عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ تعلیمی میدان میں بھی ہم آگے بڑھ سکتے ہیں اور ملک بھی ترقی وخوش حالی کی طرف گامزن ہوسکتا ہے۔ (ماتوفیقی الا باللہ)

ایصال ثواب

مفکر اسلام حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ

ایک انسان کا دوسرے انسان سے ربط، پھیلے ہوئے تعلقات اور باہمی رشتے، ہر شخص کو دوسرے کے ساتھ بھلائی پر آمادہ کرتے ہیں، ہر شخص کی نگاہ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں، جن کے ساتھ وہ اچھا معاملہ اور نیک سلوک کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے اپنے آپ کو مفید بنانا چاہتا ہے، اسی طرح ہر انسان کی نظر میں کچھ لوگ ایسے ہوا کرتے ہیں، جن سے وہ بھلائی کی امید رکھتا ہے، دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا اور دوسروں سے نیکی کا چاہنا انسانی فطرت ہے، دو انسانوں کے درمیان ذہنی اور قلبی رشتے جتنے اچھے اور مضبوط ہوں گے، یہ فطرت اتنی ہی ابھر کر سامنے آتی جائے گی، یہی وجہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی محسن اگر دشواری میں مبتلا ہو گیا ہو تو وہ اپنے محسن کی دشواری کو ختم کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے، اگر کوئی جگری دوست دقتوں میں پھنس جائے تو انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ دوست کی دقتوں کو دور کردے، یہ انسانی طبیعت اور فطری تقاضہ ہے، جس کا سلسلہ پوری زندگی چلتا رہتا ہے اور جب کسی دوست، ساتھی، رشتہ دار یا محسن کی وفات ہو جاتی ہے تو قلبی رشتہ زندوں کو مجبور کرتا ہے کہ مرنے والے کے لیے کچھ کریں، رہ رہ کر ماضی کے واقعات سامنے آتے ہیں، مرحوم کا تعلق یاد آتا ہے، اس کی باتیں ذہن میں چکراتی ہیں، فرصت کے لمحات میں اس کی زندگی نگاہوں میں گھوم جاتی ہے اور دل چاہ اٹھتا ہے کہ مرنے والے کے لیے کچھ کریں، کچھ ایسی بھلائی جو مردہ کے لیے فائدہ مند ہو، ایسی نیکی جس سے مردہ کو سکون ہو، ایسی نیکی جس سے مردہ کو آرام مل سکے۔ اسلام نے اس فطری جذبے کا پورا لحاظ رکھا ہے اور شرعی طور پر اس کی پوری گنجائش رکھی ہے کہ قلبی رشتوں کے مظاہر سامنے آتے رہیں، مرنے والوں کو زندے نیکی پہنچاتے رہیں اور ایسے کام کریں جن سے مرنے والے کی روح کو سکون پہونچے، قرآن مجید کی تعلیمات یہ بتاتی ہیں کہ ایسے کام کرنے چاہئے، جن سے مردوں کو سکون پہونچے اور ان کے درجات بلند ہوں، اسی لیے ہر مسلمان اپنے کسی نہ کسی دینی بھائی کے لیے یہ فریضہ انجام دیتا ہے، مسلم مردہ پر جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے، یہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے، ہر مسلمان کا حق ہے کہ جب اس کا انتقال ہو تو کچھ لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں، شریعت نے اسے ضروری قرار دیا ہے، جنازہ کی نماز کا فائدہ خدائے تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے: ﴿وصل علیهم ان صلوتک سکن لهم﴾ (یعنی مسلمان پر جنازہ کی نماز پڑھا کرو، تمہاری نماز مردوں کے سکون واطمینان کا ذریعہ ہے۔) مردوں کو یہ سکون اس لیے نہیں ملا کرتا کہ کچھ لوگ اس کے جنازے کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں، نہ اسے اس لیے تشفی ہوتی ہے کہ کچھ لوگ اسے کاندھے دیتے ہوئے قبرستان تک پہونچا دیتے ہیں، نہ اس کی تشفی وتسلی اور سکون کا ذریعہ یہ ہے کہ خاندان کے کچھ افراد اور کچھ دینی بھائی مل کر اسے قبر میں لٹا دیتے ہیں؛ بلکہ مردہ کو اس لیے سکون ملتا ہے کہ لوگ جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اور مرنے والے کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد یہ پہلی منزل ہے، جہاں مسلمانوں کو مرنے والے بھائی کے لیے ہمدردی کے اظہار، زندہ لوگوں کی فطرت کی تسکین اور مردہ کو فائدہ پہونچانے کی شریعت نے راہ نکالی ہے اور اسے اتنا اہم بتایا کہ کچھ لوگوں کے ذمہ اسے فرض قرار دے دیا ہے، جنازہ کی نماز کے ذریعے قرآن پاک نے ہماری رہنمائی اس طرف کی کہ مردہ کو زندے فائدہ پہونچا سکتے ہیں اور زندوں کے اعمال اور ان کی دعائیں مردہ کو تسکین اور درجات کی بلندی کا ذریعہ بن سکتی ہیں، پھر قرآنی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طرز عمل نے یہ بات بتائی کہ صرف جنازہ کی نماز ہی نہیں، اگر دوسرے اوقات میں بھی انسان مرنے والے کے لیے دعا کرے یا کچھ نیک کام کر کے اس کا ثواب مردہ کو بھیجے تو زندوں کے یہ تحفے مردوں تک پہونچتے ہیں اور اس سے مردوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ ’’جب انسان مرتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے، مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا فائدہ پہونچتا رہتا ہے، صدقہ جاریہ، نفع بخش علم اور نیک بخت اولاد جو دعا کرتی ہے۔‘‘ اس حدیث کے شروع کے الفاظ سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کے ختم ہونے کے بعد اس کے کام کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے، وہ نہ اچھے کام کر سکتا ہے، نہ برے، موت کے بعد ثواب کمانے کا وقت باقی نہیں رہتا؛ بلکہ زندگی میں اچھے کئے ہوئے کام کا ثواب پاتا ہے اور مرنے سے پہلے کئے نیک کام کا پھل مرنے کے بعد کھاتا ہے اور حدیث شریف کے دوسرے حصے میں یہ بتایا گیا کہ اگرچہ مرنے کے بعد انسان کوئی کام کر کے ثواب نہیں پا سکتا؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے بھی اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے اور مردہ تک ثواب پہونچنے کا ذریعہ ختم ہو جاتا ہے، دوسرے چاہیں تو مردہ کو ثواب پہونچا سکتے ہیں، تین چیزیں ایسی ہیں، جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، ایک صدقہ جاریہ یعنی ایسا نیک کام جو باقی رہے اور جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے، مثلاً کنواں کھدوانا، مسجد مدرسہ یا مسافر خانہ بنوا دینا، سڑک بنوانا، دوسرے ایسا علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہونچتا رہے، مثلاً مفید کتاب لکھ دینا، ایسے شاگردوں کو چھوڑ جانا جن کے ذریعہ علم ودین کی اشاعت ہوتی رہے، تیسرے نیک بخت اولاد جو اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور اللہ کے حکم کے مطابق والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرتی رہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی مرنے والوں کو ثواب پہونچ سکتا ہے اور پہونچایا جاتا ہے، اس حدیث میں تو بظاہر صرف اولاد کی دعا کا ذکر ہے، دوسری حدیث میں عام لوگوں کی دعا کا تذکرہ موجود ہے، حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ لیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان گیا اور اس نے سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص اور سورہ تکاثر پڑھنے کے بعد یہ کہا کہ اے اللہ! میں نے جو کچھ تیرا کلام پڑھا ہے، اس کا ثواب اس قبرستان اور اس کے مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دیا تو یہ سورتیں شفاعت کریں گی۔ حضرت انس کی روایت ہے کہ جو شخص قبرستان گیا اور اس نے سورہ یٰسین پڑھی تو اللہ تعالیٰ مردوں کی تکلیف میں تخفیف فرمائے گا۔

ان جیسی بہت ساری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان اگر نیک کام کر کے اس کا ثواب کسی مسلمان کو پہونچائے یا اس کے حق میں دعائے خیر کرے تو اس کا ثواب پہونچے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی آیتوں اور سورتوں کو مردہ کے لیے پڑھنے کا حکم دیا اور ثواب پہونچانے کے لیے نیک کام کرنے کا حکم دیا اور خود بھی برابر مردوں کے حق میں دعائے خیر فرماتے رہتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ برابر قبرستان تشریف لے جاتے اور مردوں کے حق میں دعائے خیر فرمایا کرتے تھے، اسی وجہ سے صحابہ کرام قبرستان پہونچ کر اور گھر بیٹھے بھی ثواب رسائی کی سنت ادا کرتے تھے۔ بزرگوں نے ہر دور میں اس طریقہ کو باقی رکھا، خود ہم لوگوں کو بھی مناسب ہے کہ علماء اسلام۔ رشتہ داروں، دوستوں اور عام مسلمانوں کے لیے ایصال ثواب کرتے رہا کریں اور ایسے مرحلہ میں جب کہ مرے ہوئے لوگ کوئی کام نہیں کر سکتے، ہم کچھ نیک کام کر کے اس کا ثواب ان بزرگوں تک پہونچا دیں۔

مسلمانوں میں صالح انقلاب کی ضرورت

مولانا محمد شاہ نواز ندوی

اس کائنات کا پورا نظام اللہ کے دست قدرت میں ہے، وہی اس پر متصرف ہے، ہر ایک اس کا محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں ہے، اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں اس کا اعلان فرما دیا ہے: ’’اے لوگو! تم خدا کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز، خوبیوں والا ہے‘‘۔ سورہ اخلاص میں جو اپنی اہمیت، فضیلت اور عظمت کے لحاظ سے ثلث قرآن کے برابر ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے‘‘۔ رب ذوالجلال نے اس دار فانی میں غیر معمولی صلاحیتوں اور اوصاف کا حامل انسان کو بنایا ہے اور ایک وقت متعین تک زندگی بسر کرنے کا موقع دیا ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: ’’اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ ہے اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانا ہے‘‘۔

انسان کو اللہ نے عقل کی وہ قوت اور وہ ذہنی توانائی عطا فرمائی ہے کہ انسان جس گوشہ پر اپنی عقل لگا دیتا ہے، اس کی آخری حد سر کر لیتا ہے، موجودہ تمام تر ترقیات اس کی شاہد ہیں، انسان کی عقل صحیح رخ پر لگانے اور اس کے اندر خیر کا جذبہ فروغ دینے اور عزت ومنزلت کے مقام سے ہمکنار کرنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے انسانیت کا درس دیا، ضلالت وگمراہی کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کو منزل مقصود تک پہونچایا، شر وفساد کا قلع قمع کیا اور ان کی قدر ومنزلت اور دنیاوی جاہ وجلال اور سکون واطمینان کے اس درجہ پر فائز کر دیا، جس سے مافوق کا تصور بھی ناممکن تھا۔ آج کا ہمارا یہ دور ترقی کا دور ہے، انسان کی عقل اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے ایسی حیرت انگیز ترقیات ہو چکی ہیں، جن کا ایک صدی قبل تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، نت نئے وسائل وذرائع انسان کے نفع کے لیے اختیار کئے جا رہے ہیں؛ لیکن وسائل کی کثرت کے باوجود انسان کی پریشانیوں، المناکیوں، دکھ درد میں اضافہ ہی ہوا ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان وسائل کی وجہ سے دنیا کا ہر انسان دکھ درد بھول جاتا، صرف اطمینان وسکون ہی کو جانتا اور وہی اس کا مطمح نظر رہتا؛ لیکن یہ ایک دردناک حقیقت ہے کہ جس کا ہر انسان مشاہدہ کر سکتا ہے کہ وسائل وذرائع سے الفت ومحبت کے بجائے نفرت وعداوت کے سوتے پھوٹے ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان وسائل وذرائع کو انسانیت کی تعلیم وتربیت کے بجائے ناچ گانے، فلموں اور دیگر خرافات میں لگا دیا، جس کے بد سے بدتر اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

دشمنان دین جس میں سرفہرست یہودی وعیسائی ہیں، جن کے ہاتھ میں پوری دنیا کا ذرائع ابلاغ واعلام ہے، جن کا مقصد مسلمانوں کی بیخ کنی اور ان کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہے، جو پوری دنیا میں اپنی تمام تر توانائیاں لگا کر اور جد وجہد کر کے مسلمانوں کو دنیا سے ختم کرنے اور ان کو نیست ونابود کرنے کے اپنے ناپاک خواب کو شرمندہ تعبیر کرنا چاہتے ہیں۔ پوری دنیا کے مسلمان اس وقت اضطراب، بے چینی، بے اطمینانی اور خوف وہراس کی کیفیت سے دوچار ہیں، خصوصا فلسطین میں غزہ کے حالات کسی سے پوشیدہ ومخفی نہیں ہے، مسلمان سسک رہے ہیں، تڑپ رہے ہیں، آنسو رو کے نہیں رک رہے ہیں، عزت وآبرو محفوظ نہیں ہے، بچوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے، معصوم ننھے منے بچے گھٹ گھٹ کر اپنی جانیں دے رہے ہیں؛ لیکن اسرائیل کے کان پر جوں نہیں رینگ رہی ہے؛ بلکہ ان کی اس حالت زار کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہے، ان پر میزائل اور بم گرا گرا کر اپنے دل کی تمام حسرتیں پوری کرنا چاہتا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

انصاف صرف کتابوں میں نہ ہو!!!

بھوون ربھو (ہندوستان ٹائمز ۲۹/ستمبر ۲۰۱۷ء)
ترجمہ : محمد عادل فریدی

دسمبر ۲۰۱۲ء میں جب ملک کے لوگوں میں دہلی میں ہونے والی اجتماعی عصمت دری کے واقعہ کے بعد ہونے والے ملک گیر احتجاج کی یادیں مٹی بھی نہیں تھیں، کہ اس اندوہناک اور شرم ناک واقعہ کے چھ مہینے کے اندر ہی اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں پیش آیا۔ اس بار ایک پانچ سال کی نابالغ بچی کو نئی دہلی کے گاندھی نگر سے اغوا کیا گیا۔ اگرچہ پولیس نے اس واقعہ کی ایف آئی آر تو درج کر لی، مگر کوئی چھان بین نہیں کی اور نہ بچی کو تلاش کرنے کی کوئی زحمت گوارہ کی۔ دو دنوں کے بعد وہ بچی اپنے بلڈنگ کے تہ خانے میں خون میں لت پت بیہوشی کی حالت میں پائی گئی، اس کی شرم گاہ میں تیل کی شیشی اور موم بتی ڈالی گئی تھی۔ اس کے بعد جو ہوا وہ انتہائی شرم ناک اور ہندستان کی خستہ حال انتظامیہ کی منہ بولتی تصویر ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ بچوں کی عصمت دری کے معاملے میں ہماری پولیس اور ہمارا معاشرہ کس قدر غافل اور غیر ذمہ دار ہے۔ اس بے ہوش بچی کو لے کر اس کے ماں باپ اسپتالوں کے چکر لگاتے رہے، لیکن کسی اسپتال نے اس کو ایڈمٹ کرنا اور اس کا علاج کرنا گوارہ نہیں کیا۔ پولیس کی جانب سے تو بہت ہی گھٹیا طرز عمل اختیار کیا گیا، بچی کے والدین سے طرح طرح کے شرم ناک سوالات پوچھے گئے یہاں تک بچی کے والد کو پولیس کی جانب سے اس معاملہ کو رفع دفع کرنے اور بات آگے نہ بڑھانے کے لیے رشوت تک کی پیش کش کی گئی۔ لیکن یہ تو اس بچی کے والدین کی ہمت تھی اور ان کو کچھ میڈیا کے لوگوں اور چند سیاست دانوں کا ساتھ ملا کہ اس معاملہ کو روشنی میں لایا جا سکا۔ کرشماتی طور پر وہ بچی کئی سال نا قابل برداشت تکلیف سہنے اور متعدد سرجریوں کے بعد بالآخر زندہ بچنے میں کامیاب ہوگئی۔ اگر پولیس اپنا کردار ایماندارانہ طریقہ پر نبھاتی اور لاپرواہی کا مظاہرہ نہ کرتے ہوئے ایف آئی آر کے بعد فوری کارروائی کرتی اور پڑوسیوں سے پوچھ تاچھ کرتی تو یقینی طور پر یہ المناک حادثہ پیش آنے سے پہلے ہی بچی کو بچایا جا سکتا تھا۔

اس بچی کا کیس اسپیشل POCSO عدالت نئی دہلی میں پیش ہوا۔ (جس میں POCSO قانون یعنی Protection of Child from sexual Offences Act 2012 کے تحت کیس کی سنوائی اور فیصلہ ہوتا ہے) اس قانون کے تحت مقدمہ کی سنوائی اور فیصلہ کی کارروائی کو ایک سال کے اندر میں مکمل کر لینا لازمی ہے۔ یہ کیس تو ایک نمونہ ہے، ہندوستان میں ہر سال نابالغ بچوں اور بچیوں کے خلاف جنسی تشدد کے ہزاروں کیس ہر سال دائر ہوتے ہیں۔ اکثر کیسوں میں بچہ یا بچی انتظامیہ کی لاپرواہی اور پولیس کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کی بنا پر جنسی تشدد کا شکار ہوتا ہے۔ جب یہ کیس سپریم کورٹ میں پیش کیا گیا تو سپریم کورٹ نے انتظامیہ کی لاپرواہی کا سخت نوٹس لیتے ہوئے ہدایت دی کہ نابالغ بچوں کے اغوا کے تمام معاملات کو رجسٹرڈ کیا جائے اور ان کی فوری انکوائری کرائی جائے، پورے ملک میں گم شدہ تمام بچوں کے ریکارڈ کا ڈاٹا تیار کیا جائے اور فوری کارروائی کی جائے۔

پالیسی میں اصلاح کی ضرورت:

اگرچہ سپریم کورٹ نے سخت نوٹس لیتے ہوئے پولیس کو ہدایت دی ہے، قانون بھی بنا ہوا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ نابالغ بچوں کے خلاف جنسی تشدد کے بارے میں ہماری پالیسی میں اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ ایک ایسی ڈائنامک پالیسی بہت ضروری ہے جو کہ بچوں کے خلاف اجتماعی یا انفرادی جنسی تشدد کے واقعات پر لگام لگا سکے۔ آج کل پورن ویڈیو بنانے کے لیے بچوں کا اغوا، سائبر ٹریفکنگ وغیرہ بھی کثرت سے ہو رہے ہیں، جن پر روک لگانے کے لیے پولیس میکنزم کو زیادہ چست ہونا پڑے گا۔ بلو وہیل جیسے گیم کے ذریعہ بھی بچوں کو نفسیاتی و جنسی طور پر ہراساں کیا جا رہا ہے، اس کی روک تھام کے لیے بھی انتظامیہ کو اپنی آنکھیں کھلی رکھنی پڑیں گی۔ بچوں کے خلاف سائبر کرائم کو روکنے کے لیے بھی قومی پالیسی بنانے کی ضرورت ہے، اس کے لیے بین الاقوامی سطح پر دستیاب ممکنہ تکنیکی حل کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

تنظیمی ڈھانچہ:

وہ تمام ادارے جو بچوں کے تحفظ اور ان کی دیکھ بھال کے ذمہ دار ہیں ان کو ہر سطح پر اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بہتر تحفظ فراہم کرنا ہوگا، متاثرہ بچے کو بھی اور ان کی فیملی کو بھی۔ سب سے پہلی ذمہ داری پولیس، اسپتال، کورٹ اور فورینسک سائنس لیبوریٹری کی ہوتی ہے، پولیس اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے فوری کارروائی کرے، اسپتال اور لیب متاثرہ کے علاج اور ثبوتوں کی فراہمی میں کورٹ کی مدد کریں۔

تعلیم کے ذریعہ بیداری:

بچوں کو جنسی تشدد سے بچنے کے لیے تعلیمی طور پر بھی بیدار کرنے کی ضرورت ہے، ان کو جنسی استحصال کو سمجھایا جائے، گڈ ٹچ اور بیڈ ٹچ کے درمیان فرق کو بتایا جائے، تاکہ بچے اپنے آس پڑوس اور رشتے داروں کے ذریعہ کیے جا رہے جنسی استحصال کو پہچان سکیں اور اس سے محفوظ رہیں۔

سماجی بیداری:

اس سلسلہ میں سماج کو بیدار کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اگر کسی کے بچے کے ساتھ جنسی تشدد کا واقعہ پیش آتا ہے تو اس کے خلاف سماج کے لوگوں کو آگے آنا چاہئے، ایسے لوگوں پر کوئی رحم نہیں کیا جانا چاہئے، ان کو پکڑ کر فورا پولیس کے حوالہ کیا جائے، ساتھ ہی معاشرہ کیا افراد کو چاہئے کہ متاثرہ کی فیملی کے ساتھ کھڑے ہوں، ان کو تذلیل کا نشانہ نہ بنائیں، بلکہ ان کو ہمت دیں کہ وہ مجرم کے خلاف ڈٹ کر کھڑے ہو سکیں۔

کورٹ کی ذمہ داری:

کورٹ کو بھی چاہئے کہ وہ جلد از جلد ان کیسوں پر کارروائی کرے اور مجرمین کو فوری طور پر سخت سے سخت سزا دے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا عدالتی نظام اس معاملہ میں کافی سست واقع ہوا ہے۔ ۲۰۱۶ء میں POCSO کے تحت 34509 کیس درج ہوئے، ۲۰۱۶ء میں 12710 کیسوں پر کارروائی ہوئی، جبکہ 71552 سابقہ کیس ابھی تک پینڈنگ میں ہیں۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ اب آئندہ ایک بھی کیس آج کے بعد سے جنسی تشدد کا درج نہیں ہوگا، تب بھی ان پینڈنگ کیسوں پر کارروائی ہونے میں چھ سال لگ جائیں گے، جبکہ POCSO میں یہ لازمی ہے کہ ایک سال کے اندر کارروائی ہو جانی چاہئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ POCSO کے تحت بنایا گیا قانون صرف قانون کی کتابوں میں ہی درج ہو کر رہ گیا ہے، ابھی اس کو زمین پر اترنے میں وقت لگے گا۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ انصاف قانون کی کتابوں سے نکل کر عدالتوں کے کمروں تک پہونچے اور عملی طور پر سامنے آئے، تبھی ہم اپنے بچوں کے مستقبل کے سلسلہ میں مطمئن ہو سکیں گے۔

مخالفت کی آواز

اداریہ نو بھارت ٹائمز ۲۹/ستمبر ۲۰۱۷ء (ترجمہ محمد عادل فریدی)

مرکز کی مودی حکومت کے خلاف اب پارٹی کے اندر سے مخالفت کے سر نکلنے لگے ہیں، حال ہی میں سابق وزیر خزانہ یشونت سنہا اور ایم پی ورون گاندھی کے بیانات اور ادارتی مضامین نے برسر اقتدار پارٹی کو بے چین کر دیا ہے۔ ورون گاندھی نے جہاں پارٹی کی پالیسی سے الگ رخ اپناتے ہوئے روہنگیا پناہ گزینوں کو پناہ دینے کی بات کہی تو دوسری طرف سابق وزیر خزانہ یشونت سنہا نے جی ایس ٹی اور نوٹ بندی کے سلسلہ میں مرکز کے بلند و بانگ دعوں کی دھجیاں اڑا دیں۔ ہندوستانی سیاست میں یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ برسر اقتدار پارٹی کے اندر سے سرکار کی پالیسیوں کی تنقید ہمارے یہاں پرانی روایت رہی ہے۔ لیکن ان دونوں معاملوں میں حکومت کا جو ردعمل سامنے آیا ہے وہ تعجب میں ڈالنے والا ہے۔ مرکزی وزراء اور پارٹی کے لیڈروں نے اپنی پارٹی کی پالیسی سے الگ رائے رکھنے والے ان دونوں قد آور لیڈروں کی حب الوطنی پر ہی سوال کھڑا کر دیا۔ اور ان پر ذاتی حسد اور اپنے مفاد کے لیے سرکار کو نشانہ بنانے کا الزام عائد کیا۔ یشونت سنہا کے بیٹے اور ریاستی وزیر خزانہ جینت سنہا نے اپنے والد کے لگائے گئے الزامات کی تردید کرتے ہوئے اپنے جوابی مضمون میں سرکار کی پالیسیوں کا دفاع کیا۔ دوسری جانب یشونت سنہا کی حمایت میں بی جے پی کے ایک اور قد آور لیڈر شترو گھن سنہا میدان میں آئے۔ انہوں نے کہا کہ یشونت سنہا نے معاشی صورت حال کے سلسلہ میں سرکار کو آئنہ دکھایا ہے۔ ان کی باتوں پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

یاد آتا ہے کہ ۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۴ء تک چلی اٹل بہاری باجپئی کی بی جے پی سرکار کے کئی فیصلوں پر بی جے پی اور آر ایس ایس کے اندر سے زبردست مخالفت ہوئی۔ سودیشی جاگرن منچ اور ہندوستانی مزدور یونین نے اٹل بہاری باجپئی کی سرکار کے خلاف دہلی میں زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا۔ لیکن یاد نہیں آتا کہ سرکار کی جانب سے کسی وزیر نے اس مخالفت کی مذمت کی ہو، یا اسے غلط بتایا ہو۔ کانگریس میں تو باقاعدہ دائیں اور بائیں بازو کے خیمے رہتے آئے ہیں اور سرکار کو ان کے بیچ سے ہی اپنے لیے راستہ نکالنا پڑتا رہا ہے۔ من موہن سنگھ کی یو پی اے سرکار میں نٹور سنگھ، منی شنکر ایار اور جئے رام رمیش جیسے لوگ سرکار کے کئی اقدامات کی سخت تنقید کے لیے مشہور ہوئے۔ لیکن ان میں سے ایک کو بھی اپنی رائے کے لیے پارٹی میں الگ تھلگ نہیں ہونا پڑا۔ تنقید کو سرکار کی مخالفت کے طور پر دیکھنے کی مثال یا تو ماضی میں اندرا گاندھی کے وقت میں ملتی تھی یا اب مل رہی ہے۔ بی جے پی میں نریندر مودی کا اثر بڑھنے کے بعد سے منظر کچھ ایسا بن گیا ہے کہ ان کی سرکار کی مخالفت کرنے والا کوئی بھی شخص نہ صرف مودی اور بی جے پی کا بلکہ ملک کا مخالف ہے اور اس کی حب الوطنی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ یہ بات حقیقت ہے کہ مودی برانڈ نے بی جے پی کو کئی الیکشنوں میں بھاری جیت دلائی ہے، لیکن پارٹی کے اندر کا جمہوری ماحول اس نے ختم کر دیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج سرکار کو اپنی غلطیاں دکھائی ہی نہیں دے رہی ہیں۔ ''اچھے دن'' والے اس دور میں یشونت سنہا نے جمہوریت کے اچھے دنوں کی یاد دلائی ہے، بی جے پی کو ہی نہیں بلکہ ہر پارٹی کو اپنے اندر سے اٹھنے والی مخالفت اور عدم اتفاق کی آواز کو دھیان سے سننا چاہئے۔ کسی خاندان کی ترقی اس میں پیدا ہوئے اختلافات پر ردعمل کا اظہار کرنے کے بجائے ان کو برداشت کر کے اور سمجھ کر اس کو دور کرنے میں ہے۔ جن خاندانوں میں اختلافات کو قبول کیا جاتا ہے، وہ خاندان ترقی کرتے ہیں اور جہاں اختلافات کو برداشت نہیں کیا جاتا وہ خاندان برباد ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے آس پاس ایسے خاندان دیکھے ہوں گے جہاں لوگ آپس کے فکری اختلاف کو برداشت نہیں کرتے اور ہمیشہ ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے رہتے ہیں، ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتے، ایسے خاندان میں ہمیشہ جھگڑا ہوتا رہتا ہے اور آخر میں اس پریوار کا زوال ہو جاتا ہے۔ ملک بھی ایک پریوار کی طرح ہے، کروڑوں عوام اس پریوار کے افراد ہیں۔ جب چار لوگوں کے پریوار میں اختلاف ہو سکتے ہیں تو کروڑوں لوگوں کے پریوار میں اور زیادہ اختلاف ہونا لازمی ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ آپس میں لڑتے رہیں گے، انہیں ایک دوسرے کے اختلاف کو قبول کرنا سیکھنا ہوگا، کیوں کہ تبھی جا کر ملک ترقی کر سکتا ہے۔

اخبارِ جہاں

بزنس، روزگار و کیریر

سید محمد عادل فریدی

روہنگیا پناہ گزینوں کی کشتی حادثے کا شکار، ۱۹ ہلاک، ۵۰ لاپتہ

بنگلہ دیش کے کاکس مارکیٹ سمندر کے قریب روہنگیا پناہ گزینوں سے بھری ایک کشتی کے حادثے کا شکار ہو جانے سے اس میں سوار کم از کم ۱۹/ پناہ گزینوں کے ڈوبنے سے موت ہوگئی اور ۵۰/ دیگر لاپتہ ہیں، پولیس نے کہا کہ کشتی میں تقریباً ۱۳۰/ پناہ گزین موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ کشتی سمندر میں ڈوبی کسی چیز سے ٹکرا کر پلٹ گئی تھی، جس کی وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا۔ (یو این آئی)

بالی میں آتش فشاں پھٹنے کا اندیشہ، ایک لاکھ افراد نے گھر بار چھوڑا

انڈونیشیا کے بالی جزیرہ میں زندہ آتش فشاں ماؤنٹ آگوانگ میں کسی بھی وقت زبردست دھماکہ کے اندیشہ کے سبب لاکھوں افراد نے اپنا گھر بار چھوڑ کر کیمپوں میں پناہ لے لی ہے۔ عارضی کیمپوں میں رہنے والے بے گھروں کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ سرکاری حکام نے بتایا کہ کسی بھی طرح کی قدرتی آفت سے نمٹنے کے لیے حکومت پوری طرح تیار ہے اور آتش فشاں کے آس پاس کے لوگوں کو ہٹا کر اسکولوں، جم خانوں، عارضی کیمپوں اور دیگر محفوظ مقامات میں ٹھہرایا گیا ہے۔ (یو این آئی)

ملیشیا نے شمالی کوریا کے دورے پر پابندی عائد کی

ملیشیا نے شمالی کوریا کے بیلسٹک اور جوہری ہتھیار کے تجربے کے بعد جزیرہ نما کوریا میں بڑھتی ہوئی کشیدگی کے پیش نظر شمالی کوریا کے دورے پر جانے والے اپنے شہریوں پر پابندی لگا دی ہے۔ شمالی کوریا اور ملیشیا کے درمیان گزشتہ کئی سالوں سے مضبوط تعلقات ہیں، لیکن اس سال کے شروع میں کوالالم پور ہوائی اڈے پر شمالی کوریائی حکمران کم جونگ اون کے سوتیلے بھائی کے قتل کے بعد سے دونوں ممالک کے تعلقات میں کافی کشیدگی آ گئی ہے۔ ملیشیا کی وزارت خارجہ نے ایک بیان میں کہا کہ پابندی اگلے حکم تک لگائی گئی ہے اور حالات معمول پر آ جانے کے بعد ایک بار پھر سفر پر عائد پابندی کا جائزہ لیا جائے گا۔ (یو این آئی)

اینگلا مرکل لگاتار چوتھی مرتبہ جرمنی کی چانسلر منتخب

اینگلا مرکل جرمنی کا وفاقی انتخاب چوتھی مدت کے لیے جیت چکی ہیں اور یہ نتیجہ تین ماہ قبل انتخابی مہم کے آغاز سے ہی متوقع دکھائی دیتا تھا۔ لیکن حکمران جماعت کرسچین ڈیموکریٹس کو توقع سے کم سیٹیں ملیں اور جرمنی کے انتہائی دائیں بازو کی پارٹی کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ سرکاری نتائج کے مطابق کرسچین ڈیموکریٹس یونین یا سی ڈی یو اور بیورین میں اس کی اتحادی پارٹی، کرسچین سوشل یونین یا سی ایس یو نے کل 33 فیصد ووٹ حاصل کئے جس کے بعد مرکل جنگ کے بعد کے دور کے صرف ان تین چانسلرز میں سے ایک بن گئیں جو اس اہم عہدے کی چوتھی مدت کے لئے منتخب ہوئے۔ (بصیرت آن لائن)

امریکہ میں پرتشدد جرائم کا بڑھتا رجحان

امریکہ میں متواتر متشدد نوعیت کے جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے، ان جرائم میں جان لیوا حملہ اور قتل شامل ہیں۔ متشدد جرائم سے متعلق محکمۂ پولیس کو موصول ہونے والے اعداد و شمار کے مطابق سال ۲۰۱۶ء میں اقدام قتل کے جرائم میں ۴ء۱ فی صد کی شرح سے اضافہ ہوا، جب کہ ۲۰۱۵ء میں یہ شرح ۳ء۳ فیصد تھی۔ رپورٹ کے مطابق، گزشتہ سال ملک میں قتل کے تقریباً سوا بارہ لاکھ واقعات درج ہوئے۔

ایک بیان میں امریکی محکمۂ انصاف نے کہا ہے کہ یہ تبدیلی اس بات کا مظہر ہے کہ ۱۹۹۱ء کے بعد گزشتہ سال متشدد جرائم کی شرح میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا۔ تاہم ''ایف بی آئی'' کے اعداد کے مطابق، یہ شرح تاریخی سطح کی ہے، لیکن ۲۰۰۷ء کے مقابلے میں کم ہے، جب یہ ۳ء۱۲ فیصد کی سطح پر تھی۔ گزشتہ سال، مجموعی طور پر ملک میں قتل کے ۱۷۲۵۰/ واقعات ہوئے، جو ایک سال قبل کے مقابلے میں ۶ء۸ فی صد ہے۔ ۲۰۱۵ء میں قتل کی وارداتوں میں ۴ء۱۱ فی صد اضافہ دیکھا گیا۔ متشدد جرائم میں اقدام قتل کی وارداتوں میں ۳ء۶۴ فی صد کی شرح سے اضافہ دیکھا گیا؛ جب کہ ڈاکہ زنی میں ۶ء۲۶ فی صد، آبرو ریزی میں ۷ء۷ فی صد اور قتل کی وارداتوں میں ۴ء۱ فی صد اضافہ ہوا۔ (بصیرت آن لائن)

انٹرپول نے فلسطین کو علاحدہ ریاست تسلیم کرتے ہوئے رکنیت دی

انٹرنیشنل پولیس آرگنائزیشن یعنی انٹرپول نے فلسطین کو علیحدہ ریاست تسلیم کرتے ہوئے رکنیت دینے کا اعلان کر دیا۔ انٹرپول کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا کہ چین کے دارالحکومت بیجنگ میں ہونے والے انٹرپول کے جنرل اسمبلی اجلاس میں فلسطین اور جزائر سلیمان کی رکنیت کی درخواست کو دو تہائی اکثریت سے منظور کر لیا گیا اور اب تنظیم کے رکن ممالک کی تعداد ۱۹۲/ ہوگئی ہے۔ اسرائیل جو کہ خود بھی انٹرپول کا رکن ہے فلسطین کی شمولیت کے سخت خلاف تھا اور اس نے ہر ممکن کوشش کی کہ اس سال بھی فلسطین کی رکنیت کی درخواست پر ووٹنگ نہ ہو جب کہ گزشتہ برس انڈونیشیا میں بھی فلسطین کی درخواست پر ووٹنگ کو موخر کر دیا گیا تھا۔ اسرائیل کا موقف ہے کہ فلسطین ایک علیحدہ ریاست نہیں ہے، اس لیے اسے انٹرپول سمیت کسی بھی بین الاقوامی ادارے کا رکن بننے کا حق حاصل نہیں۔ اسرائیلی وزیر خارجہ نے اس بات کا اعتراف کیا کہ انہوں نے چین میں ہونے والی ووٹنگ کو رکوانے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔ اسرائیلی وزیر اعظم بن یامین نیتن یاہو کا اس حوالے سے کہنا تھا کہ انٹرپول کی رکنیت حاصل کر کے فلسطین نے باہمی معاہدوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ ادھر فلسطین کے وزیر خارجہ ریاض المالکی نے کہا کہ انٹرپول کے رکن ممالک کی اکثریت نے فلسطین کے حق میں ووٹ دیے اور وہ ان کے مشکور ہیں۔ (نیوز ایکسپریس)

دنیا کی فربہ ترین خاتون ایمان احمد کا ابوظہبی میں انتقال

مصر سے تعلق رکھنے والی دنیا کی فربہ ترین خاتون متحدہ عرب امارات کے ایک ہسپتال میں انتقال کر گئی ہیں۔ سینتیس سالہ ایمان عبدالعطی کا وزن بڑھتے بڑھتے پانچ سو کلوگرام تک پہنچ گیا تھا۔ ابوظہبی میں برجیل ہسپتال کے ذرائع کا کہنا ہے کہ ایمان کا انتقال بروز پیر صبح چار بج کر پینتیس منٹ پر ہوا۔ ڈاکٹروں نے ایمان عبدالعطی کی موت کا سبب اُن کے حد سے زیادہ بڑھے ہوئے وزن کو قرار دیا ہے جس کی وجہ سے انہیں دل کی بیماری ہوئی اور گردوں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ہسپتال کے طبی عملے نے ایمان کے گھر والوں کو تعزیت کا پیغام دیا ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ایمان کو موٹاپے کی بیماری اُن کے گلے کے غدود یا تھائیرائڈ کے عمل میں خلل کے سبب ہوئی۔ برجیل ہسپتال میں ایمان کی دیکھ بھال اور علاج بیس ڈاکٹروں پر مشتمل ایک ٹیم کر رہی تھی۔ مصر کے بندرگاہی شہر اسکندریہ سے تعلق رکھنے والی ایمان احمد کو رواں برس ۱۱/ فروری کو علاج کے لیے بھارت کے اقتصادی مرکز ممبئی لایا گیا تھا، جہاں سیفی ہسپتال میں ان کا علاج کیا گیا۔ خیال رہے کہ اُس وقت دنیا کی فربہ ترین خاتون سمجھی جانے والی ایمان احمد العاطی کو بھارت لانے کے لیے ایئربس کے ہوائی جہاز میں خصوصی طور پر رد و بدل کیا گیا تھا۔ ایمان بچپن سے ہی ایلیفنٹیاسس (elephantiasis) نامی ایک بیماری کا شکار تھیں، جس میں جسم کے اعضاء سوجن کا شکار ہو جاتے ہیں اور اسی باعث وہ بہت ہی کم حرکت کر سکتی تھیں۔ اپنے مسلسل بڑھتے وزن کے سبب وہ بہت سی دیگر طبی پیچیدگیوں کا بھی شکار تھیں۔ ایمان کی بہن نے گزشتہ برس اکتوبر میں وزن میں کمی لانے والی سرجری کے ماہر بھارتی ڈاکٹر مفضل لکڑ والا سے رابطہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ ان کی بہن کو فوری طور پر علاج کی ضرورت ہے۔ (ڈوئچے ویلے)

یشونت سنہا کا مودی سرکار پر حملہ گرتی معیشت کے لیے نوٹ بندی کو بتایا ذمہ دار

لگاتار گرتی جی ڈی پی اور لڑکھڑاتی معیشت کی وجہ سے مودی حکومت کی مشکلیں بڑھتی جا رہی ہیں، حزب مخالف تو حکومت کو گھیر ہی رہی ہے، مگر اب پارٹی کے اندر سے بھی باغیانہ سر نکلنے لگے ہیں اور اپنوں نے بھی آواز اٹھانی شروع کر دی ہے، بی جے پی کے قدآور لیڈر اور سابق وزیر خزانہ یشونت سنہا نے گرتی ہوئی معیشت کے لیے وزیر خزانہ ارون جیٹلی کو آڑے ہاتھوں لیا ہے، ایک انگریزی اخبار کو دیے گئے انٹرویو میں یشونت سنہا نے کہا کہ گرتی ہوئی معیشت میں نوٹ بندی نے بڑا رول ادا کیا ہے اور جی ڈی پی کو کمزور کرنے میں اس کا بڑا ہاتھ ہے۔ مودی جی کہتے ہیں کہ انہوں نے غریبی کو بہت قریب سے دیکھا ہے، لیکن ان کے وزیر خزانہ جس طرح سے کام کر رہے ہیں، اس سے ایسا لگتا ہے کہ وہ سبھی ہندوستانیوں کو بہت قریب سے غریبی دکھانے والے ہیں۔ نہ ہی بے روزگاروں کو نوکری مل رہی ہے اور نہ ہی ترقی کو رفتار مل رہی ہے، اس کا سیدھا اثر سرمایہ کاری اور جی ڈی پی پر پڑ رہا ہے۔ (این ڈی ٹی وی نیوز سروس)

جامعہ ملیہ اسلامیہ نے فوجیوں کی تعلیم کے لیے کی انوکھی پہل

جامعہ ملیہ اسلامیہ نے ہندوستانی آرمی کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کیا ہے، جس کے تحت فوج کے جوان اور افسران اس یونیورسٹی سے اوپن لرننگ کے ذریعہ گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کی تعلیم حاصل کر سکیں گے۔ ہندوستانی ایرفورس اور بحری فوج کا جامعہ ملیہ کے ساتھ ایسا ہی معاہدہ پہلے سے ہی قائم ہے اب آرمی نے بھی یہ معاہدہ کیا ہے۔ ہندوستانی بحریہ اور ایرفورس کے بارہ ہزار جوان اسی معاہدہ کے تحت جامعہ ملیہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آرمی کے ساتھ ہونے والے اس معاہدہ کے ساتھ ہی جامعہ ملیہ اسلامیہ ملک کی تینوں افواج (بحری، بری اور فضائی) کو تعلیم دینے والا انوکھا ادارہ ہوگیا ہے، اس پروگرام کو تعلیمی ترقی کا نام دیا گیا ہے۔ (ایجنسی)

ضرورت ہے

امارت پبلک اسکول پسکا نگڑی، رانچی -835303 میں مندرجہ ذیل عہدوں پر باصلاحیت اور تجربہ کار تدریسی وغیر تدریسی افراد کی ضرورت ہے۔

☆ پرنسپل: (پوسٹ گریجویٹ، تجربہ کار، انگلش میں ماہر)
☆ مینیجر مع کاؤنسلر: (گریجوئیٹ، ٹرینڈ، کمپیوٹر کا علم رکھتا ہو)
☆ ٹیچر: (انٹر پاس، ٹرینڈ اور انگریزی بولنے لکھنے میں مہارت ہو)

اپنی سی وی (CV) دستی/کوریئر/اسپیڈ پوسٹ/ای میل کے ذریعہ جلد از جلد دفتر امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ رانچی میں پہونچا دیں، دستی طور پر سی وی پہونچانے کا وقت صبح دس بجے سے دوپہر ایک بجے تک ہے۔

امیدواروں کا انتخاب تحریری وتقریری انٹرویو کے ذریعہ ہوگا، انٹرویو کے لیے اعلان بعد میں شائع کیا جائے گا۔ مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں:

IMARAT PUBLIC SCHOOL
PISKA NAGRI, RANCHI-835303
Ph: 9430113833,9304615111
E-mail: imaratshariahranchi@gmail.com

طب وصحت

چنا ایک مفید اور طاقتور غذا

چنا ایک مفید غذا ہے۔ اس کو بحیرہ روم میں ساڑھے سات ہزار سال قبل اِسے بطور اناج بویا گیا۔ یہ دنیا کے قدیم ترین اناجوں میں شامل ہے ۔۔اس کی دو بنیادی اقسام ہیں: کالا چنا اور سفید چنا۔ دونوں وٹامن اور معدنیات سے بھرپور غذا ہیں۔ بھارت، پاکستان، ترکی، آسٹریلیا اور ایران میں چنا کثیر تعداد میں پیدا ہوتا ہے۔ چنا ایک دو نہیں کئی طبی فوائد رکھتا ہے۔ اس میں فولاد، وٹامن بی 6، میگنیشم، پوٹاشیم اور کیلشیم کافی مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ جبکہ فاسفورس، تانبے اور میگنیز کی بھی خاصی مقدار ملتی ہے۔ چنے کے طبی فوائد درج ذیل ہیں۔

وزن کم کیجیے

چنے میں ریشہ (فائبر) اور پروٹین کثیر مقدار میں ملتے ہیں۔ پھر اس کا گلائسیمک انڈکس بھی کم ہے۔ اسی بنا پر چنا وزن کم کرنے کے سلسلے میں بہترین غذا ہے۔ کیونکہ عموماً ایک پلیٹ چنے کھا کر آدمی سیر ہوجاتا ہے اور پھر اُسے بھوک نہیں لگتی۔ دراصل چنے کا ریشہ دیر تک آنتوں میں رہتا ہے۔ لہٰذا انسان کو بھوک نہیں لگتی۔ تحقیق سے پتا چلا ہے کہ جو مرد وزن دو ماہ تک چنے کو اپنی بنیادی غذا رکھیں، وہ اپنا آٹھ پونڈ وزن کم کرلیتے ہیں۔ یاد رہے، ایک پیالی چنے عموماً پیٹ بھردیتے ہیں۔

نظام ہضم کا معاون

چنے میں ریشے کی کثیر مقدار اُسے نظام ہضم کے لیے بھی مفید بناتی ہے۔ یہ ریشہ آنتوں کے جراثیم (بیکٹریا) کو مختلف مفید تیزاب مہیا کرکے انھیں قوی بناتا ہے۔ نتیجتاً وہ آنتوں کو کمزور نہیں ہونے دیتے اور انسان قبض و دیگر تکلیف دہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

ضد تکسیدی مادوں کی فراہمی

انسانی جسم میں آزاد اصلیے (مضرصحت آکسیجن سالمے (مختلف اعضا کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ضد تکسیدی مادے (Antioxidants) انھی سالمات کا توڑ ہیں جو مختلف صحت بخش غذاؤں میں ملتے ہیں۔ ان غذاؤں میں چنا بھی شامل ہے۔ چنوں میں مختلف ضد تکسیدی مادے مثلاً مائریسٹین (Myricetin)، کیمفوریل، کیفک ایسڈ، وینلک ایسڈ اور کلوروجینک ایسڈ وغیرہ ملتے ہیں۔ ان کے باعث چنا مجموعی انسانی صحت کے لیے بہت عمدہ غذا ہے۔

کولیسٹرول میں کمی

جسم میں کولیسٹرول بڑھ جائے، تو امراض قلب میں مبتلا ہونے اور فالج گرنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ چنے اپنے مفید غذائی اجزا کی بدولت فطری انداز میں کولیسٹرول کی سطح کم کرتے ہیں۔ ایک تجربے میں ماہرین نے ان مرد وزن کو ایک ماہ تک آدھی پیالی چنے کھلائے جن کے بدن میں کولیسٹرول زیادہ تھا۔ ایک ماہ بعد ان کے کولیسٹرول میں نمایاں کمی دیکھی گئی۔

دراصل چنے میں فولیٹ اور میگنیشم کی خاصی مقدار ملتی ہے۔ یہ وٹامن و معدن خون کی نالیوں کو طاقتور بناتے اور انھیں نقصان پہنچانے والے تیزاب ختم کرتے ہیں۔ نیز حملہ قلب (ہارٹ اٹیک) اِمکان بھی کم ہوجاتا ہے۔

گوشت کا بھترین نعم البدل

چنے میں خاطر خواہ پروٹین ملتا ہے۔ اگر اسے کسی اناج مثلاً ثابت گندم کی روٹی کے ساتھ کھایا جائے، تو انسان کو گوشت یا ڈیری مصنوعات جتنی پروٹین حاصل ہوتی ہے اور بڑا فائدہ یہ ملتا ہے کہ نباتی پروٹین زیادہ حرارے یا سیچوریٹیڈ فیٹس نہیں رکھتی۔

ذیابیطس کی روک تھام

چنے اور دیگر دالیں کھانے والے ذیابیطس کا شکار نہیں ہوتے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ غذائیں زیادہ ریشہ اور کم گلائسیمک انڈکس رکھتی ہیں۔ اسی باعث ان میں موجود کاربوہائیڈریٹ آہستہ آہستہ ہضم ہوتے ہیں۔ اسی عمل کے باعث ہمارے خون میں شکر یک دم اوپر نیچے نہیں ہوتی اور متوازن رہتی ہے۔

یاد رہے، انسان جب کم ریشے والی کاربوہائیڈریٹ سے بھرپور غذا کھائے، تو اُس کے خون میں شکر بہت تیزی سے اوپر نیچے ہوتی ہے ۔ جب یہ عمل معمول بن جائے، تو انسولین نظام بدل جاتا ہے۔ جس سے ذیابیطس جنم لیتا ہے۔

توانائی میں اضافہ

چنے میں شامل فولاد، مینگنیز اور دیگر معدن و حیاتین انسانی قوت بڑھاتے ہیں۔ اسی لیے چنا حاملہ خواتین اور بڑھتے ہوئے بچوں کے لیے بڑی مفید غذا ہے۔ یہ انھیں بیشتر مطلوبہ غذائیت فراہم کرتا ہے۔

مزید برآں چنا ساپونینز (Saponins) نامی فائٹو کیمیکل رکھتا ہے ۔ یہ کیمیائی مادے ضد تکسید کا کام دیتے ہوئے خواتین کو سینے کے سرطان سے بچاتے۔ نیز ہڈیوں کی بوسیدگی کے مرض سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ چنوں کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اُسے کئی ماہ تک محفوظ رکھا جاسکتا ہے اور ان کی غذائیت کم نہیں ہوتی۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ انھیں بھگونے کے بعد استعمال کیا جائے، تو بہتر ہے۔ یوں وہ جلد ہضم ہوجاتے ہیں۔ چنوں کو چار تا چھ گھنٹے بھگونا کافی ہے۔ بھگونے کے بعد چنے جتنی جلد استعمال کیے جائیں، بہتر ہے۔ چنے بھگوتے ہوئے اُن میں تھوڑا سا نمک اور میٹھا سوڈا ڈال لیا جائے، تو وہ جلد گل جاتے ہیں۔

ہفتہ رفتہ | ہفتہ رفتہ | ہفتہ رفتہ | ہفتہ رفتہ | راشد العزیزی ندوی

امارت پبلک اسکول گریڈیہہ میں بحالی

بھنڈاریڈیہ گریڈیہ (شمس الحق قاسمی) امارت حیات کمپلیکس بن کھنجو، گریڈیہ میں امارت پبلک اسکول کے قیام کے سلسلے میں ایک میٹنگ زیر صدارت جناب مفتی ثناء الہدی صاحب قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ منعقد ہوئی میٹنگ کا آغاز جناب قاضی شمس الحق صاحب کی تلاوت سے ہوا اس کے بعد میٹنگ میں یہ بات طے ہوئی کہ امارت پبلک اسکول بنکھنجو میں تین عہدوں (پرنسپل، مینیجر، ٹیچر) پر بحالی کی جائے گی امیدوار 8 اکتوبر 2017ء تک اپنی درخواست دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رشید العلوم بھنڈاریڈیہ گریڈیہ میں جمع کر سکتے ہیں تمام امیدواروں کا تحریری اور تقریری انٹرویو ہوگا۔ 15 اکتوبر 2017ء کو تحریری انٹرویو عبدالقیوم انصاری گرلز ہائی اسکول بھنڈاریڈیہ گریڈیہ میں ہوگا جبکہ تقریری انٹرویو 16 اکتوبر 2017ء کو امارت حیات کمپلیکس بنکھنجو گریڈیہ میں ہوگا انٹرویو کے لئے مقامی کمیٹی نہیں ہوگی بلکہ امارت شرعیہ پٹنہ اپنی ٹیم بھیجے گی تحریری انٹرویو کے لئے 10 بجے سے 12 بجے تک دو گھنٹے کا وقت دیا جائے گا۔ اسکول سی بی ایس ای پیٹرن کا ہوگا اور LKG سے کلاس III تک ہوگا، مفتی ثناء الہدی صاحب قاسمی نے میٹنگ کے دوران کہا کہ ہمارا مقصد تعلیم کے ساتھ ساتھ اچھی تربیت اور صحیح ماحول بھی مہیا کرنا ہے۔ میٹنگ میں شہر کے معززین نے شرکت کی اور اخیر میں مولانا محمد مشتاق صاحب کی دعا پر میٹنگ کا اختتام ہوا۔

ڈاکٹروں کے ریٹائرمنٹ کی عمر 65 برس تک کردی گئی

نئی دہلی، 27 ستمبر۔ وزیراعظم جناب نریندر مودی کی صدارت میں مرکزی کابینہ نے انڈین ریلویز میڈیکل سروس کے ڈاکٹروں کے ریٹائرمنٹ کی عمر کو بڑھا کر 65 سال کرنے کو اصولی طور پر منظوری دے دی ہے۔

کابینہ نے سینٹرل یونیورسٹیوں اور محکمہ اعلیٰ تعلیم کے تحت آئی آئی ٹی (خودمختار ادارے) اور وزارت جہاز رانی کے تحت اہم پورٹ ٹرسٹوں (خودمختار ادارے) میں کام کرنے والے ڈاکٹروں کی ملازمت سے سبکدوشی کی عمر بڑھا کر 65 سال تک کرنے کو بھی اصولی طور پر منظوری دے دی ہے۔ متعلقہ وزارتوں، پبلک محکموں {وزارت آیوش (آیوش ڈاکٹر)، محکمہ دفاع (مسلحہ افواج طبی خدمات کے ڈائرکٹوریٹ جنرل کے تحت کام کرنے والے غیر فوجی ڈاکٹروں)، محکمہ دفاعی پیداوار (انڈین آرڈیننس فیکٹریز ہیلتھ سروس میڈیکل آفیسرز)، وزارت صحت اور کنبہ بہبود کے تحت ڈینٹل ڈاکٹرس، وزارت ریل کے تحت ڈینٹل ڈاکٹرس اور محکمہ اعلیٰ تعلیم کے تحت اعلیٰ تعلیم اور تکنیکی اداروں میں کام کرنے والے ڈاکٹرس} کے انتظامی کنٹرول کے تحت کام کرنے والے ڈاکٹروں کی ملازمت سے سبکدوشی کی عمر بڑھا کر 65 سال کردی گئی ہے۔ مرکزی کابینہ نے متعلقہ وزارتوں /محکموں/ اداروں کو مالی ضرورتوں کے مطابق انتظامی عہدوں کا چارج رکھنے والے ڈاکٹروں کی ملازمت سے سبکدوشی کی عمر کے تعلق سے مناسب فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اس فیصلے سے بیماروں کی بہتر دیکھ بھال ہوگی، میڈیکل کالجوں نے معقول تعلیمی سرگرمیوں میں مدد ملے گی اور اس کے علاوہ حفظان صحت خدمات کی فراہمی کے لئے قومی صحت پروگراموں کا موثر ڈھنگ سے عمل درآمد بھی ہوگا۔ اس فیصلے سے مرکزی حکومت کی مختلف وزارتوں/محکموں کے تقریباً 1445 ڈاکٹروں کو فائدہ پہنچے گا۔ اس فیصلے سے خزانے پر زیادہ مالی بوجھ نہیں پڑے گا کیونکہ ڈاکٹروں کے عہدے کی کثیر تعداد خالی پڑی ہوئی ہے اور حالیہ فیصلوں سے ڈاکٹر منظورشدہ اسامیوں پر اپنے کام جاری رکھیں گے۔ (یو این آئی ۲۷؍ستمبر)

دعائے مغفرت

انتہائی غم کے ساتھ یہ خبر سنی جائے گی کہ الحاج محمد ظفیر الدین مقام کرماہاٹ، ضلع بانکا کا مورخہ ۲۶؍ستمبر ۲۰۱۷ء کو انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک عرصے تک سرکاری ملازمت سے وابستہ رہے اور رٹائر ہونے کے بعد دینی وفلاحی کاموں سے مربوط ہوگئے، گذشتہ سال مرحوم نے ضلع بانکا میں امارت شرعیہ کے نقباء کے اجتماع کو کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کیا، یہ اجتماع اس علاقہ میں امارت شرعیہ کے پیغام کو عام کرنے میں بہت موثر ثابت ہوا، امارت شرعیہ کے ریلیف ورک میں بھی آپ نے گراں قدر تعاون فرمایا تھا، مرحوم امارت شرعیہ اور اس کے اکابر سے عقیدت مندانہ تعلق رکھتے تھے اور امارت شرعیہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ان کے انتقال پر ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی مولانا محمد سہیل اختر قاسمی، مولانا انظار عالم قاسمی، مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی اور دیگر ذمہ داران وکارکنان نے اظہار تعزیت کیا اور مغفرت وبلندی درجات کی دعا کی، قارئین نقیب سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

کشن گنج میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی بگاڑنے کی کوشش ناکام

کشن گنج کے دھرم گنج میں محرم کمیٹی کے نصب کردہ جھنڈے کو ہٹانے کی کوشش پر حالات کچھ دیر کے لیے کشیدہ ہوگئے تھے۔ اطلاع ملتے ہی ڈی ایس پی او کامنی بالا پولیس افسران کے ساتھ موقع پر پہونچیں اور فوری کارروائی کرتے ہوئے لوگوں کو سمجھایا، اور محبت اور بھائی چارے کے ساتھ تہوار منانے کی اپیل کی، انہوں نے کہا کہ پوجا اور محرم دونوں کمیٹیوں کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے منائیں۔ محرم کمیٹی کے ایک ذمہ دار نے بتایا کہ محرم کمیٹی کی جانب سے جھنڈا نصب کیا گیا تھا، لیکن جمعرات کو بجرنگ دل کے کچھ کارکنان پہنچے اور جھنڈا ہٹانے کی کوشش کرنے لگے جس کی وجہ سے دونوں فرقوں کے لوگوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ درگا پوجا کمیٹی والوں سے ہمارا کوئی تنازع نہیں ہے، یہ بجرنگ دل والوں کی جانب سے فتنہ پھیلانے کی کوشش تھی۔ کشیدہ ماحول کو دیکھتے ہوئے دھرم گنج میں کثیر تعداد میں پولیس تعینات کردی گئی ہے۔ اس بارے میں ایس پی راجیو مشرا کا کہنا ہے کہ قانون ہاتھ میں لینے والوں کو بخشا نہیں جائے گا اور افواہ پھیلانے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے بارے میں مؤرخین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں

مولانا سہیل سجاد قاسمی شعبۂ دعوت و تبلیغ امارت شرعیہ

بھارت کی تاریخ کو کبھی حقیقی نقطۂ نظر سے نہیں دیکھا گیا، انگریزوں نے جو ایک پالیسی بنائی تھی، ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' اس پر کاربند رہتے ہوئے زعفرانی ذہنیت والوں نے بھارت کی تاریخ ہی بدل ڈالنے کی کوشش کی ہے، تاکہ ہندوستانی باشندوں کے دلوں میں رنجشیں پیدا کر سکیں، انہوں نے ہمارے ملک کے بہت سے لعل پاروں کی خدمات کو بالکل مسخ کر ڈالا اور بہت ہی عظیم شخصیات پر کیچڑ اچھالا ہے انہیں میں سے ایک بڑی شخصیت حضرت عالمگیر اورنگزیبؒ کی ہے جن کے ساتھ ہمارے مورخین نے بڑا ظلم کیا ہے، یہ بہت سوچی سمجھی سازش ہے، جس پر بہت عرصہ سے کام ہوتا رہا ہے، اس کو صحیح کرنے میں بہت سے مورخین نے کام کیا ہے، انہیں میں سے ایک بڑا نام ڈاکٹر بی این پانڈے جی کا بھی ہے جنہوں نے جھوٹ کے اندھیرے میں سچ کا چراغ جلانے کی کوشش کی ہے، بھارت کی موجودہ تاریخ میں کذب وافتراء کی آمیزش کرنے والے دو انگریز مورخ ہیں ''الیٹ'' اور ''ڈاؤسن''، ان کا کام یہ تھا کہ یہ واقعات کے ان پہلوؤں کو لیتے تھے جن سے پھوٹ ڈالی جا سکے، اور اپنے اس گھناؤنے کام کو دوسرے مؤرخین کی جانب منسوب کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے:

''The history of India as told by its own historian''

ان کے دکھائے ہوئے اس راستے پر ان کے بعد بہت سے مورخین نے کام کیا، ان میں سے ایک جادو ناتھ سرکار اور ایس سری کانت شاستری کا نام نہیں بھلایا جا سکتا ہے، انگریزوں نے ایسے ہی معاونین کی بدولت بھارت کی تاریخ کو غلط سمت پر ڈال دیا اور وقت کے ساتھ ساتھ صدیوں سے چلی آ رہی بھارتی روایت کو ملیا میٹ کر ڈالا جو کہ بھارت میں بسنے والی دو جماعتوں کے بیچ دوریوں کا باعث ہوگئی۔ دنیا اورنگزیبؒ کو ہندوؤں اور انکے مندروں کا سخت مخالف مانتی ہے حالانکہ سچ اس کے بالکل برعکس ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر بی این پانڈے اپنی کتاب ''اتہاس کے ساتھ انیائے'' میں لکھتے ہیں کہ جب وہ الہ آباد میں 1948 سے 1953 تک چیرمین تھے تو ان کے سامنے ایک داخل خارج کا معاملہ لایا گیا جو کہ مندر کی جائداد کے سلسلہ میں تھا۔ ہوا یوں کہ مندر کے پجاری کے انتقال کے بعد اس جائداد کے دو دعویدار اٹھ کھڑے ہوئے، ان میں سے ایک نے کچھ دستاویز داخل کئے جو اس کے خاندان میں بہت پہلے سے چلے آ رہے تھے، ان دستاویزوں میں شہنشاہ اورنگزیب کا فرمان تھا اورنگزیب نے اس مندر کو جاگیر اور نقد رقم بھی دی تھی اور اسکا ذمہ دار متوفی پجاری کو بنایا تھا، پانڈے جی کو ان کو دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی کہ وہ اورنگ زیب؛ جس کو دنیا مندروں کا ڈھانے والا جانتی ہے، وہ کیسے ایسا کر سکتے ہیں؟ چنانچہ انہوں نے کوئی حتمی فیصلہ لینے سے پہلے ڈاکٹر تیج بہادر سے مشورہ کیا، وہ عربی و فارسی بھی جانتے تھے،، ڈاکٹر بی این پانڈے نے اس دستاویز کو ان کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو پڑھ کر کہا کہ یہ دستاویز اصلی ہے، اس کے بعد انہوں نے اپنے ایک خادم سے بنارس کے جنگم باڑی شیو مندر کی فائل لانے کو کہا، جس میں ایک مقدمہ تھا اور یہ مقدمہ ۱۵ سال سے الہ آباد ہائی کورٹ میں چلا آ رہا تھا، وہاں کے مہنت کے پاس بھی جہانگیر کے کچھ فرمان تھے، جن میں مندر کو جاگیر دی گئی تھی ان دستاویزوں سے اورنگزیبؒ کی ایک نئی تصویر ڈاکٹر بی این پانڈے کے سامنے آئی، ڈاکٹر صاحب نے اس کے بعد بہت سے مندروں کے مہنتوں کے پاس خطوط بھیجے، چنانچہ اجین کے مہا کالیشور مندر، چترکوٹ کے بالا جی مندر، گوہاٹی کے رامانند مندر اور مشرقی بھارت کے پھیلے ہوئے اور بہت سے مندروں اور گرودواروں کے پجاریوں سے معلوم ہوا کہ ان سب کے پاس بھی عالمگیرؒ کا خط موجود ہے (بحوالہ اتہاس کے ساتھ انیائے)

اورنگزیب کے فرمانوں کی جانچ پڑتال کے لئے ڈاکٹر بی این پانڈے نے شری گیان چند اور پٹنہ میوزیم کے کیوریٹر ڈاکٹر بی ایل گپتا سے بات کی یہ دونوں حضرات بھی اس سب سلسلے میں ہی تحقیق کر رہے تھے، انہوں نے دستاویزوں کو اصلی بتایا۔ اورنگزیب پر ہندو دشمنی کا جو الزام ہے ان میں سے سب سے بڑا فرمان بنارس محلہ گوری کے ایک برہمن خاندان سے متعلق ہے 1905ء میں اس کو گوپی اپادھیائے کے نواسے منگل پانڈے نے سٹی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا تھا، اس کو پہلی بار ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جنرل نے 1911 میں شائع کیا تھا، تبھی سے لوگ اسی کو حوالہ میں پیش کرتے آ رہے ہیں کہ اس نے ہندو مندروں کے بنانے پر پابندی عائد کر دی تھی جبکہ پوری صورت حال کچھ اور ہے۔

ہوا یہ تھا کہ اورنگ زیبؒ نے ۱۰/ مارچ ۱۶۰۹ء کو بنارس کے مقامی ادھیکاری کے نام ایک فرمان بھیجا تھا جو ایک برہمن کی شکایت کے سلسلہ میں جاری کیا گیا تھا، وہ برہمن ایک مندر کا پجاری تھا اور کچھ لوگ اس کو پریشان کر رہے تھے، تو فرمان میں کہا گیا کہ ابوالحسن کو ہمارے شاہی فرمان کا قائل رہتے ہوئے یہ جاننا چاہیے کہ ہمارا مقصد رعایا کی خوشحالی ہے، ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ قدیم مندروں کو تباہ و برباد نہ کیا جائے البتہ نئے مندر نہ بنائے جائیں۔ ہمیں یہ خبر پہونچی ہے کہ قدیم مندروں کے پجاریوں کو لوگ پریشان کر رہے ہیں، جبکہ قدیم مندروں کے نگراں یہی لوگ ہیں، کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ نئے مندر بنا کر ان کا رتبہ کم کر دیں اور ان کو ان کے پرانے عہدوں سے برخواست کر دیں تو یہ دخل اندازی بالکل برداشت نہ کی جائے گی، اس سے بالکل صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ انہوں نے کوئی نیا فرمان جاری نہیں کیا تھا تھا، بلکہ صرف پہلے سے چلے آ رہے تقدس کا حوالہ دیا تھا اور اس تقدس کو بدستور جاری رکھنے کی اپیل کی تھی۔

اس سلسلہ کا ایک اور فرمان ملتا ہے جس میں رام نگر (بنارس) کے راجا رام سنگھ نے اورنگ زیب کے سامنے ایک عرضی پیش کی تھی، ان کے والد نے گنگا ندی کے کنارے ایک مکان بنوایا تھا جہاں پر وہ پوجا پاٹھ کیا کرتے تھے، لیکن کچھ لوگ ان کو پریشان کر رہے تھے تو فرمان آیا کہ کوئی ان کو پریشان نہ کرے اور ان کو سکون سے عبادت کرنے دیں۔ ایک مٹھ کے پجاری کے پاس موجود کچھ خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب کبھی یہ برداشت نہیں کرتا تھا کہ اس کی رعایا پر کوئی ظلم ہو، وہ مجرموں کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا۔ ایک فرمان جنگم کے لوگوں کے لئے بھی ہے جو شہنشاہ نے نذیر بیگ کے لئے لکھا تھا، جنگم کے لوگوں نے شکایت کی تھی کہ نذیر بیگ نے ان کی حویلیوں پر قبضہ کر لیا ہے اس پر فرمان آیا کہ اگر یہ شکایت سچی ہے تو نذیر بیگ کو حویلیوں میں نہ گھسنے دیا جائے۔

اسی پنڈت کے پاس شہنشاہ عالم گیر کا ایک اور فرمان موجود تھا جو ربیع الاول ۱۰۷۸ھ میں جاری ہوا تھا، فرمان میں ہے کہ پرگنہ حویلی بنارس کے سبھی قدیم و جدید جاگیرداروں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ شہنشاہ کے حکم سے 178 بیگھا زمین جنگم کے لوگوں کو دی گئی، پرانے ثبوت اور شاہدین کی گواہوں کی بنیاد پر خریف کی فصل کے شروع سے ان کا قبضہ بحال کیا جائے تاکہ جنگم کے لوگ اس کی آمدنی سے اپنی دیکھ ریکھ کر سکیں، اس فرمان سے صرف یہی نہیں معلوم ہوتا کہ شہنشاہ ایک عادل حاکم تھے، بلکہ وہ اس طرح کی تقسیم میں ہندو برادران کے ساتھ کسی بھی طرح کا امتیاز نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح اورنگزیب نے ایک دوسرا فرمان 1098ھ میں جاری کیا، جس میں ایک دوسری ہندو برادری کو بھی جاگیر دی تھی، فرمان میں کہا گیا ہے کہ بنارس میں گنگا ندی کے کنارے بینی مادھو گھاٹ پر دو پلاٹ خالی ہے ایک مرکزی مسجد کے کنارے اور دوسرا اس مسجد سے پہلے اور یہ دونوں پلاٹ بیت المال کی ملکیت میں ہیں، یہ دونوں پلاٹ گوسائی نامی شخص اور اس کے بیٹے کو بطور انعام دیا جاتا ہے تاکہ اس میں برہمنوں اور فقیروں کے لئے گھر تیار کیے جائیں اور وہ اس میں پوجا پاٹھ کر سکیں۔ ہمارے ذمہ داران کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حکم کا خیال رکھیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ کو اپنی رعایا کی مذہبی بھاؤناؤں کا بہت زیادہ احساس رہتا تھا۔ اسی طرح کا ایک اور فرمان ہے جو آسام کے شہر گوہاٹی کے رامانند مندر کے پجاری سدامن برہمن کے نام ہے، وہاں کے راجاؤوں کی طرف سے ایک پنڈت کو زمین کا ایک ٹکڑا اور جنگل کی کچھ آمدنی جاگیر کے طور پر دی گئی تھی تاکہ بھوگ کا خرچ پورا کیا جا سکے اور پجاری کی زندگی بسر ہو سکے۔ (بقیہ صفحہ ۱۱/ پر)

ارریہ اور کٹیہار ضلع میں امارت شرعیہ کی جانب سے ریلیف ورک جاری

شمالی بہار میں آئے بھیانک سیلاب کی تباہ کاریوں سے ہر خاص و عام واقف ہے، اس تباہ کن سیلاب نے لاکھوں لوگوں کے گھر بار، سامان واسباب، کھیت کھلیان سب ختم کر دیے۔ لاکھوں افراد فاقہ کشی کے کگار پر پہونچ چکے ہیں ،سیلاب کا پانی اترنے اور لوگوں کے اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے کے باوجود لوگوں کی ضرورتیں ابھی تک باقی ہیں، اس لیے امارت شرعیہ کا ریلیف ورک سیلاب کے ابتدائی دنوں سے لگاتار جاری ہے، صوبۂ بہار کے علاوہ ملک کے دیگر حصوں سے مختلف اداروں، تنظیموں اور اہل خیر حضرات نے اجتماعی و انفرادی طور پر امارت شرعیہ کے اس ریلیف ورک میں حصہ لیا ہے اور امارت شرعیہ کے توسط سے اپنا تعاون سیلاب متاثرین تک پہونچایا ہے۔

اس سلسلہ میں آج احساس فاؤنڈیشن مونگیر اور رحمانی مشن مونگیر کے تعاون سے امارت شرعیہ کا ریلیف ورک ارریہ ضلع کے موضع میسا کول، مجگواں، چرارنی ،گوجی اور مانک پور میں جاری ہے۔ امارت شرعیہ کی اس ریلیف ٹیم میں مولانا عتیق اللہ صاحب قاضی شریعت ارریہ، مولانا سعود اللہ رحمانی مبلغ امارت شرعیہ اور ارریہ کی مقامی ریلیف کمیٹی کے ممبران شریک ہیں، یہ ٹیم احساس فاؤنڈیشن اور رحمانی مشن کے احباب جناب محبوب ارشاد صاحب، مولانا قاری اشتیاق صاحب، مولانا قاری قمر صاحب، جناب اعجاز احمد، خالد قمر الدین، جناب شہباز صاحب اور امتیاز صاحب کی معیت میں سیلاب زدگان کے درمیان پہونچ کر غذائی اشیاء تقسیم کر رہی ہے۔

اس سے قبل ادھر چند دنوں میں انسانیت فاؤنڈیشن اندور، گجرات سروجنک ویلفئر ٹرسٹ، ماٹلی والا چیری ٹیبل فیملی ٹرسٹ، سیلاب ریلیف کمیٹی لکھنؤ وغیرہ کے تعاون سے ضلع دربھنگہ، سمستی پور، کٹیہار، پورنیہ اور کشن گنج کے مختلف علاقوں میں ریلیف کا کام ہوا ہے۔ سمستی پور ضلع کے سرسیا، بٹش پور، منت نگر، ضلع دربھنگہ کے سرائے حمید، نیام، سرنیا، نیا ٹولہ اور بہ پٹی میں سیلاب زدگان کے درمیان غذائی اشیاء تقسیم کی گئیں۔ ضلع پورنیہ میں بھنوریہ (اتر، پورب، پچھم اور دکھن محلّہ)، کجرا ٹولی، اندر پور، داری پور، بنگروا، مہدی پور، محمد پور، ھکا، بنکوڑا، امنی، جھواڑی، بہورا، سرویلی، چھبریلی،، نیہوا، ملکی پچھّم ٹولہ، ملکی پورب ٹولہ، ڈوسری دکھن ٹولہ، ڈوسری اتر ٹولہ، اکرا، بکنیاں، ضلع ارریہ کے مانک پور، کامت ٹولہ، چلمنیاں، بیلوا پھٹکن ٹولہ، سپن ٹولہ، بانس باڑی، جھمٹا، بوچی پنچایت، جھوا، بٹور باڑی، دھاپی، ڈمہیلی، مریا ٹولہ، شریف نگر، جھواری، سرجا پور، کھریا بستی، لکڑوا بستی، ترشولیا گھاٹ، ہریا مارکیٹ، بسنت پور، خلیل آباد، گاچھی ٹولہ، بدھیسری، پورنداہا، کول ٹولہ، پوکھریا ٹولہ، بیلوا، موہن پور، مادھو پاڑہ، لکڑوا بستی، مدھیلی، ضلع کشن گنج کے بشن پور، بیت باڑی، کنہیا باڑی، گوپال گنج، بیسا، جاگیر ٹولہ، بھاگیسر، گدنا، باچا گاڑی بشن پور، ڈوریا، کیبرت ٹولہ، دوم پٹی، بھاگیسر ہریجن ٹولہ، قم گاچھی، کمہارمنی، ٹینگر ماری بیلوا، سندر باڑی، چین پور، چوہان بستی، کاشی باڑی، بہنکول، رحمت نگر، مگر ڈوبہ، بارہ پورنیہ، گھر دھوپ، بیلوا عالم نگر، کاغذیہ محلّہ، بھگال، خانقاہ ٹولہ، شاہ پور، شیشہ باڑی، کٹی ہاٹ، کٹی پیپل تورا، مکین ٹولہ، جانی گچھ، مدرسہ ٹولہ، عیدگاہ بستی، بھاشا باڑی، کربلا بستی میں ریلیف کا کام ہوا ہے۔

اس کے علاوہ ضلع کٹیہار، سیتا مڑھی، مغربی و مشرقی چمپارن، گوپال گنج، مظفر پور کے سیکڑوں گاؤں اور قصبات میں امارت شرعیہ کی ریلیف ٹیم نے اہل خیر حضرات اور مختلف تنظیموں اور اداروں کے تعاون سے متاثرین تک غذائی اشیاء، کپڑے اور دیگر بنیادی ضرورت کے سامان فراہم کیے ہیں۔ اس کے علاوہ امارت شرعیہ کی نگرانی میں صفا بیت المال حیدر آباد کے تعاون سے ارریہ میں میڈیکل کیمپ بھی چل رہا ہے، جس میں سیلاب متاثرین کی مفت جانچ کے علاوہ ان کا مفت علاج کیا جا رہا ہے اور دوائیں بھی مفت فراہم کی جا رہی ہیں۔

ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے تمام معاونین اور تنظیموں و اداروں کا شکریہ ادا کیا ہے، جنہوں نے اجتماعی و انفرادی طور پر امارت شرعیہ کے اس ریلیف ورک میں حصہ لیا یا ابھی لے رہے ہیں۔ انہوں نے مزید اہل خیر سے اپیل کی کہ امارت شرعیہ کا پروگرام جاڑے کے موقع پر سیلاب متاثرین کے درمیان کمبل اور گرم کپڑے تقسیم کرنے کا ہے، اس لیے اہل خیر حضرات نئے کمبل اور نئے گرم کپڑے (سویٹر وغیرہ) فراہم کریں تاکہ ان کو متاثرین تک پہونچایا جا سکے۔

بقیات

بقیہ نیک عورت ....

یہاں شوہر کو پابند کیا گیا کہ بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو، نبی اکرم ﷺ نے اپنے مرض الموت میں بھی نماز کے اہتمام اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا اور خود بھی اپنی بیویوں کے پسندیدہ اور مقبول شوہر کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔

ایک وقت وہ آتا ہے جب وہ ماں بن جاتی ہے اور عمر کے کمزور دور میں پہونچ جاتی ہے، اس وقت اللہ نے لڑکوں کو حکم دیا کہ اگر میری رضا چاہتے ہو تو ماں کی رضا حاصل کرو، ماں کا مقام اتنا اونچا کیا کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے، تم انکی خدمت کر کے بھی جنت کے حقدار بن سکتے ہو، آپ ﷺ نے ماں کی خدمت کو جہاد جیسے نیک کام پر ترجیح دی اور فرمایا: اللہ نے تم پر ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا، یہ ہے اسلام میں عورت کا مقام ومرتبہ جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں مل ہی نہیں سکتی۔

بقیہ لڑکھڑاتی معیشت......

اور اقتصادی ترقی کی شرح انتہائی نچلی سطح تک پہونچ گئی ہے، انہوں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ حکومت کے اعداد وشمار کے مطابق مجموعی گھریلو مصنوعات (جی ڈی پی) کی موجودہ ترقی کی شرح 5.7 فی صد ہے، لیکن حقیقت میں یہ 3.7 فی صد ہے۔ یشونت سنہا؛ چونکہ حکمراں پارٹی کے قدآور لیڈر ہیں، اور معاشیات میں اچھا درک رکھتے ہیں، سابق وزیر خزانہ ہیں، اس لیے ان کی بات کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے، تجزیہ نگاروں کے مطابق ہندوستانی معیشیت لڑکھڑا رہی ہے، عالمی منڈی میں خام تیل کی قیمت مسلسل کم ہونے کے باوجود ہندوستان میں پٹرول ڈیزل کی قیمتیں مسلسل بڑھ رہی ہیں، شیر بازار میں سرمایہ کاروں کے 6.10 کروڑ روپے ڈوب چکے ہیں، ڈالر کے مقابلے روپیہ ننانوے پیسہ گر گیا ہے، اس ماہ کے شروع میں ڈالر کے مقابلے روپیہ چونسٹھ کا تھا، لیکن اب 65.78 کی در کر جاپہونچا ہے، ایک ہفتہ میں جو گراوٹ درج کی گئی ہے، اس کے مطابق پی اس ای سینکس 3.91 فی صد کی گراوٹ کے ساتھ 1270 سے نیچے جا چکا ہے، میانمار کی سرحد پر سرجیکل اسٹرائک، شمالی کوریا کے ہائیڈروجن بم تجربہ سے بھی ہندوسانی معیشت کو دھکا لگا ہے، غیر ملکی سرمایہ کار تیزی سے اپنے شیر ہندوستانی کمپنیوں سے نکال رہے ہیں، خریدنے والے کم ہیں، بیچنے والے زیادہ طلب اور رسد کے توازن کے بگڑ جانے اور سرکاری خسارے کے امکانات کی وجہ سے ہندوستانی معیشت لڑکھڑا کر رہ گئی ہے، دیکھنا ہے کہ چوبیس گھنٹے کام کرتے رہنے کا دعویٰ کرنے والے مرکزی وزیر خزانہ ارون جیٹلی ان حالات پر کس طرح قابو پاتے ہیں۔

بقیہ روھنگیا مسلمان اور ان کے مسائل ....

وہی امریکہ وروس جنہیں عراق میں خطرناک ہتھیار تو نظر آتے ہیں، جس کا بہانہ بنا کر اس کی اینٹ سے اینٹ تو بجادی جاتی ہے، افغانستان میں اسے اسامہ بن لادن اور طالبان تو نظر آجاتے ہیں، جنہیں مٹانے کے نام پر اپنی دہشت گردی کا رقص برہنہ دکھاتے ہیں۔ حیلے وبہانے سے اپنے دیرینہ مخالف معمر قذافی کو خاک وخون میں ملانے میں کوئی دیر نہیں لگاتے اور شام میں اپنے ایجنٹ آئی ایس ایس آئی کی سرکوبی کے بہانے معصوم شہریوں پر بموں کی بارشیں تو کر کے خون کے دریے بہائے جاتے ہیں، مگر برما سرکار کی سرپرستی میں فوجی دہشت گردی انہیں نظر نہیں آتی، اقوام متحدہ کہاں ہے؟ اب اس کی خاموشی سمجھ میں نہیں آتی۔ مشرقی تیمور پر اُس نے جس طرح ایکشن لیا، کیا برما کے حالات ایسے اقدام کے متقاضی نہیں ہیں؟ شاید اس کی نظر میں اراکان میں جاری تشدد کی کوئی اہمیت نہیں؛ کیوں کہ یہاں مشرقی تیمور کے عیسائی نہیں؛ بلکہ مسلمان ہیں۔ یوں روایتی طور سے ہمارا ملک ہندوستان عدم تشدد کا علمبردار ہے اور ہمارے وزیر اعظم جناب نریندر مودی گاندھی جی کے عدم تشدد کے فلسفے کی پُرزور وکالت بھی کرتے رہتے ہیں، ابھی چند دنوں قبل ہی وہ میانمار کے دورے پر گئے تھے، جس سے لوگوں کی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔

مگر افسوس کہ مایوسی ہی ہاتھ آئی، جبکہ ہمسایہ ملک ہونے کے ناطے حکومت ہند کی ذمہ داری ہے کہ برما میں جاری نسلی تشدد کا نوٹس لے؛ کیوں کہ ہماری سیکڑوں کلومیٹر کی سرحد اس سے ملتی ہے، ہمسائیگی کی بنیاد پر برما کے ساتھ ہمارا خوشگوار روابط ہیں اور ہماری جانب سے اسے فوجی امداد بھی فراہم کی جاتی ہیں، مگر مقام فکر ہے کہ ہمارے علاوہ چین و روس جیسے بڑے ممالک بھی اسے فوجی مدد کرتے ہیں، دفاعی نقطہ نظر سے برما کی ہمسائیگی کی ہمارے لئے خاص اہمیت ہے؛ کیوں کہ یہ ملک تیل وگیس کے ذخائر سے مالا مال ایک انتہائی اہم اسٹریٹیجک لوکیشن پر واقع ہے۔ چین یہاں بے پناہ سرمایہ کاری کی بدولت اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے، جو امریکہ کی نظر میں بھی کھٹک رہا ہے۔ ممکن ہے کہ اقوام متحدہ کی امن فوج کے نام پر وہ بھی یہاں آدھمکے؛ تاکہ وہ نہ صرف اس تیل وگیس کے محفوظ ذخائر سے استفادہ کر سکے؛ بلکہ چین کی ناکہ بندی بھی کر سکے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارے لئے بھی ایک دوسری قسم کی مشکل پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا حکومت ہند کو چاہئے کہ اس جانب خصوصی توجہ دے اور چین، بنگلہ دیش اور روس کو اعتماد میں لے کر حکومت میانمار سے گفتگو کر کے اسے قائل کرے کہ اگر برما میں روہنگیا مسلمانوں کے خلاف جاری تشدد کو روکا نہیں گیا تو امن فوج کے بہانے امریکہ یہاں بھی وارد نہ ہو جائے۔

بقیہ مسلمانوں میں صالح انقلاب کی ضرورت ......

گویا وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ اس دنیا کے ہم مالک ہیں، ہم جس کو چاہیں جان لے سکتے ہیں، شاید وہ بھول گیا ہے کہ اس طرح کچھ افراد اس سے پہلے بھی آئے تھے، جن کو اپنی طاقت وقوت پر ناز تھا، وہ کہا کرتے تھے: ”وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے، کیا ان کو یہ نظر نہ آیا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے، وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے“۔ پھر اللہ نے ان کو وہ سزا دی جو دوسروں کے لیے باعث عبرت بن گئی، اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو ڈھیل دے رکھی ہے، جس دن اللہ کی پکڑ آجائے گی، اس دن ان شا اللہ اسرائیل کا نام ونشان مٹ جائے گا؛ لیکن اس کے لیے ضرورت ہے کہ ہمارے اندر صالح انقلاب پیدا ہو۔ عملی طور پر اسلام کی حقانیت اور صلاحیت ثابت کی جائے، زندگی کے مسائل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل کئے جائیں، زندگی کے تمام شعبوں میں ہم اسلام کی صحیح اور بہتر نمائندگی پیش کریں؛ تاکہ دنیا کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر سامنے آئے اور قول وعمل کے درمیان جو تضاد ہے وہ دور ہو، ہمارے اعمال میں نکھار پیدا ہو، ہم اللہ کی طرف رجوع ہوں، آج ہمارے حالات سے ایسا لگتا ہے کہ ہم نے اپنے اعمال بد سے اللہ کو ناراض کر دیا ہے، ہم اللہ کو راضی کر لیں، دعا واستغفار کریں، پھر دیکھئے حالات کس طرح بدلتے ہیں، ہم مسلمانوں کی طرف سے اللہ خود ہی کافی ہوجائے گا اور ہم کو وہی عزت ومنزلت عطا کرے گا جو اس نے دور اول کے مسلمانوں کو عطا فرمائی تھی اور اللہ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

بقیہ اورنگ زیب عالمگیرؒ ....

جب یہ بات اورنگ زیب کے پاس پیش کی گئی تو اس نے فوراً ایک حکم جاری کیا کہ یہ جاگیر اسی پنڈت کی ملکیت رہے گی۔ ایسے ہی اجین کے اہم مندر مہا کالیشور کے نام بھی شہنشاہ کا ایک فرمان موجود ہے وہاں پر سرکاری خزانہ سے روزانہ چار سیر گھی وہاں کے دیپ جلانے کیلئے مہیا کرایا جاتا تھا اور نگ زیب نے بھی اس روایت کا احترام کیا اور ان کو یہ دیتا رہا، گرچہ اس سلسلے میں وہاں کے پجاریوں کے پاس شہنشاہ کا کوئی فرمان موجود نہیں ہے۔ اورنگ زیب کی دور حکمرانی میں احمد آباد کے نگر سیٹھ کے بنوائے ہوئے چنتامنی مندر کو ڈھایا گیا۔

لیکن اسی کے ساتھ اورنگ زیب نے اسی ناگر سیٹھ کے بنوائے ہوئے مندر شترونجیا اور آبو مندروں کو کافی بڑی جاگیریں عطا کی تھیں۔ اس بات کا کوئی ذکر نہیں کرتا ایک مندر کو جو ڈھایا گیا اس کے پیچھے کیا وجوہ تھیں یہ تو نہیں معلوم لیکن شہنشاہ کے عالی ذات سے یہ بعید ہے کہ بغیر کسی بڑی وجہ کے انہوں نے یہ کرایا ہوگا کیوں کہ اگر ان کا مقصد مندروں کو ڈھانا ہی ہوتا تو پھر وہ دوسری مندروں کو اتنی بڑی جاگیریں کیوں دیتے؟

وشوناتھ مندر کے سلسلہ میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ جب اورنگزیب بنگال جارہے تھے تو بنارس کے پاس سے گزرے تو وہاں پر موجود ہندو راجاؤں نے یہ درخواست کی کہ قافلہ ایک دن رک جائے ان کی رانیاں گنگا ندی میں غسل کرلیں گی اور مندروں میں ایک بڑا کام بھی ہوجائے گا، اورنگزیب نے ان کی درخواست قبول کرلی، رانیاں اپنی پالکیوں میں بیٹھ کر گنگا ندی گئیں اور غسل وپوجا کے بعد واپس آگئیں لیکن ایک رانی (کچھ کی مہارانی) واپس نہیں آئیں تو ان کی بڑی تلاش ہوئی لیکن پتہ نہیں چل سکا۔ اورنگزیب کے سامنے یہ قضیہ پیش ہوا تو انہوں نے بڑے بڑے افسروں کو کام پر لگا دیا، اخیر میں معلوم ہوا کہ گنیش کی مورتی جو دیوار میں لگی تھی اس پر سے ایک خفیہ کمرے کی سیڑھیاں تھیں اندر دیکھا تو گمشدہ رانی وہیں قید تھی، ان کی عزت لوٹ لی گئی تھی، راجاؤں نے اس پر اپنی بڑی ناراضگی ظاہر کی اور سخت کارروائی کی مانگ کی، تو چونکہ ایک قابل احترام جگہ کو ناپاک کیا جاچکا تھا اس لئے بادشاہ نے حکم دیا کہ وشوناتھ جی کی مورتی کو دوسری جگہ منتقل کیا جائے اور مندر کو گرا کر زمین بوس کر دیا جائے۔

ڈاکٹر رام پنانی نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں اس واقعہ کو دستاویزوں سے ثابت کیا ہے۔ پٹنہ میوزیم کے ڈاکٹر پی ایل گپتا نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔

لہٰذا اورنگزیبؒ کی ذات گرامی کو بدنام نہ کیا جائے کہ وہ ہندوؤں اور ان کی مندروں کے دشمن تھے بلکہ وہ تو محافظ تھے۔

اعلان مفقود الخبری

● **مقدمہ نمبر ۱۱۰/۴۲۸۹/۳۸ھ** (متدائرہ دارالقضاء سہرسہ) شہزادی پروین بنت محمد آفاق مقام وپوسٹ سلندا ہار وارڈ نمبر ۷ ضلع سہرسہ۔ بنام۔ محمد صدام ولد محمد خراج مرحوم مقام وپوسٹ لا معلوم ضلع لا معلوم۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ مدعا علیہ کے خلاف فسخ نکاح کا مقدمہ دارالقضاء سہرسہ میں دائر کیا ہے کہ عرصہ تین سالوں سے مدعا علیہ غائب ولا پتہ ہے، نان ونفقہ ودیگر تمام حقوق سے مجھے محروم کر رکھا ہے۔ بنا بریں آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ جہاں بھی ہوں مورخہ یکم صفر المظفر ۳۹ھ مطابق ۲۱/اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز اتوار بوقت ۱۲/ بجے اپنے گواہان کے ساتھ حاضر ہو کر رفع الزام کریں ورنہ بصورت عدم حاضری وعدم پیروی مقدمہ فیصل کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔

● **مقدمہ نمبر ۱۱/۴۷۶/۳۸ھ** (متدائرہ دارالقضاء بردونی ضلع سمستی پور) صابرین خاتون بنت عبدالجبار مرحوم مقام وپوسٹ بیگھونہ تھانہ رمولی ضلع کھگڑیا۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد رئیس ابن محمد شفیق مرحوم مقام وپوسٹ کرت پور ضلع بجنور، (یوپی) مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں آپ (مدعا علیہ) کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مدعیہ نے دارالقضاء میں آپ پر دعویٰ دائر کر کے فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، مدعا علیہ پانچ سال سے غائب ہے، مدعا علیہ کو کافی تلاش کیا گیا، لیکن مدعا علیہ کا کوئی پتہ نہیں چلا، مدعیہ پانچ سال سے نان ونفقہ وحقوق شوہری سے محروم ہے، ایک بچی کی پرورش کا بوجھ ہے، اس لئے مدعا علیہ سے میرا نکاح ختم کر دیا جائے، تاکہ من مدعیہ دوسری شادی کر کے شرعی زندگی گذار سکوں۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں، اور آئندہ تاریخ پیشی ۹/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰/اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز سوموار بوقت نو بجے دن دارالقضاء ریلوے گنڈک کالونی عیدگاہ دھرم پور سمستی پور میں مع گواہان حاضر آکر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جا سکتا ہے۔ فقط قاضی شریعت

● **مقدمہ نمبر ۳۶/۳۶/۳۸ھ** (متدائرہ دارالقضاء عیدگاہ، دھرم پور سمستی پور) شبانہ خاتون بنت شیخ عبدالرؤف مقام منسرہ ڈاکخانہ کوٹھرام تھانہ جمالپور ضلع دربھنگہ۔ حالمقام معرفت حافظ عبدالودود صاحب امام قلعی گھر مسجد گدری بازار سمستی پور۔ مدعیہ۔ بنام محمد چنسو را بن شیخ مستان مقام مہراپوسٹ ڈیہا تھانہ سنگھیا ضلع سمستی پور۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ (مدعا علیہ) پر دارالقضاء میں دعویٰ دائر کر کے فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، مدعیہ نے اپنے عرضی دعویٰ میں لکھا ہے کہ ”وہ عرصہ چند سالوں سے حقوق زوجیت ونان ونفقہ سے محروم ہے اور چھ ماہ سے بات چیت بھی بند کر دیا ہے۔ اس لئے میرا نکاح مدعا علیہ سے ختم کر دیا جائے۔“

آپ کے نام رجسٹری اطلاع بھیجی گئی، لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ پیشی ۱۰/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۱/اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز منگل کو خود مع گواہان وثبوت بوقت نو بجے دن دارالقضاء ریلوے گنڈک کالونی عیدگاہ دھرم پور سمستی پور میں حاضر آکر رفع الزام کریں بصورت عدم حاضری وعدم پیروی مزید مہلت نہیں دی جائے گی اور مقدمہ فیصل کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

جلد نمبر 65/55 شمارہ نمبر 39 پرنٹر پبلیشر سہیل احمد ندوی نے جی ایم آفیسٹ پریس دریاپور پٹنہ 9934188997 میں چھپوا کر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۸۰۱۵۰۵ سے شائع کیا۔

WEEK ENDING 02/10/2017
فون نمبر 2555351,2555014,2555668 فیکس 0612-2555280
E-mail: nazimimaratshariah@gmail.com

کرے ہے عداوت بھی وہ اس ادا سے
لگے ہے کہ جیسے محبت کرے ہے
(کلیم عاجزؒ)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
THE NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-15-17
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

روہنگیا مسلمان اور ان کے مسائل

محمد عارف انصاری

برما جنوبی اشیا میں واقع 14 صوبوں پر مشتمل اور 7 کروڑ سے زائد آبادی والا ملک ہے، جہاں بودھ مذہب کے ماننے والوں کی اکثریت ہے، یہاں تقریباً 89 فیصد بودھ، 4 فیصد مسلمان، 4 فیصد عیسائی، 1 فیصد ہندو اور 2 فیصد دوسری قومیں آباد ہیں، برما کا ایک بڑا صوبہ ''اراکان'' ہے، جو اپنے رقبے کے اعتبار سے پانچ ہزار آٹھ سو مربع کیلومیٹر پر مشتمل ہے۔ ''اراکان'' جسے اب رکھین (رخائن) Rakhine کہا جاتا ہے، ماضی میں ایک خودمختار آزاد اسلامی ریاست تھی، جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں، اس پر حملہ کرکے برما کے راجہ نے 1748ء میں قبضہ کرلیا تھا۔ جغرافیائی طور سے ''اراکان'' اور برما کے درمیان خشک زمین کا کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ دونوں کے بیچ سیکڑوں کلومیٹر کی مسافت پر سمندر حائل ہے۔ اراکان اور باقی ماندہ برما کے درمیان صرف ہوائی یا بحری راہداری ہے، جبکہ یہ بنگلہ دیش کے شہر چٹاگانگ سے متصل ہے، میانمار میں مسلمانوں کی کل تعداد 22 لاکھ سے زائد ہے، جن میں 13 لاکھ سے زائد روہنگیا مسلمان اراکان میں آباد ہیں، روہنگیا کسی جگہ کا نہیں، بلکہ ایک نسل کا نام ہے اور اس نسل کی اکثریت مسلمان ہے؛ لیکن ایک قلیل تعداد ہندؤوں کی بھی ہے، اسلام کے ابتدائی سالوں میں ہی عرب مسلمان تجارت کی غرض سے برما آئے اور پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے؛ اس لئے یہاں اسلام کی آمد کے آثار 1050ء کے پہلے سے ہی ملتے ہیں، یہاں بسنے والے مسلمانوں کی ایک تعداد برصغیر کی مشرقی ریاستوں اور بنگال سے آکر بسنے والے مسلمانوں کی بھی ہے، برصغیر میں انگریزوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد کاشتکاری اور تعمیراتی کام کے لئے ہندوستانی مزدور سلطنت برطانیہ کے مختلف گوشے میں بھیجے جانے لگے۔ اسی مقصد کے تحت برما کے صوبہ اراکان میں بھی بعض بنگالی مسلم کسان آباد ہوگئے۔ ان کی کچھ آبادی ان مسلمانوں کی ہے جو جنگ آزادی 1857 کے بعد گرفتاریوں سے بچنے کے لیے برما چلے گئے تھے اور بہادر شاہ ظفر کی جلاوطنی میں ساتھ تھے، بعد میں بادشاہ کی محبت میں خود سے رنگون چلے گئے، ان کے علاوہ 1918 میں پہلی تحریک آزاد ہند کی ناکامی کے سبب ہجرت کرنے والے بھی ہیں، بعض ان فوجیوں کی اولاد ہیں، جو 1945 میں سبھاش چندر بوس کی آزاد ہند فوج کے جھنڈے تلے جاپان کے تعاون سے برما میں انگریزوں کے خلاف برسرپیکار تھے، جاپان کی پسپائی اور نیتاجی کے طیارہ حادثہ کے سبب جنگ بندی کے دوران ہتھیار ڈالنے کے بعد گرفتار کر لئے گئے اور کچھ برما کے جنگلوں میں چلے گئے، بعض بنگلہ جوان جو برطانوی فوج میں شامل ہوکر سنگاپور برما میں جاپان کے خلاف لڑتے ہوئے جنگی قیدی بن گئے تھے، روہنگیا مسلمانوں کی زبان کلچر بنگلہ دیش کے چٹاگانگ کے لوگوں کا سا ہے، جس سے بعض دفعہ گمان ہوتا ہے کہ روہنگیا مسلمان دراصل چٹاگانگ سے ہیں، برما میں ڈھائے جانے والے مظالم کے بعد کچھ روہنگیا مسلمان جان بچاکر اب بنگلہ دیش کے جنوبی حصے میں رہ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی کچھ آبادی ہندوستان، پاکستان، تھائی لینڈ اور ملائیشیا و دیگر ملکوں میں بھی ہے۔ اراکان پر برمی تسلط کے بعد رخائن نسل کے لوگ بھی خاصی تعداد میں آباد ہوگئے تھے، جن کا تعلق بودھ مذہب سے ہے، وہ روہنگیا مسلمانوں سے شدید نفرت کرتے ہیں اور انہیں یہ گوارہ نہیں کہ برما کے زیرتسلط اس ریاست میں روہنگیا مسلمانوں کی غالب آبادی رہے، ان کی حکمت عملی یہ ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو یہاں سے نکال دیا جائے؛ تاکہ اس اہم صوبے میں راخائن نسل کے لوگوں کی عمل داری قائم ہوجائے۔ لہٰذا وہاں جاری تمام تر تشدد کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ اراکان کو مسلمانوں سے پاک کردیا جائے۔ حالانکہ 1948 میں مسلمانوں نے بدھ مذہب والوں کے ساتھ مل کر انگریزوں سے آزادی حاصل کی تھی۔ آزادی کے وقت "اراکان" کے مسلمانوں نے مشرقی پاکستان میں شامل ہونے کی خواہش ضرور کی تھی؛ لیکن انگریز حکمران اور بدھ مذہب حائل ہوگئی، لہٰذا مسلمانوں کی وہ خواہش پوری نہیں ہوسکی اور ابھی ابتر حالات سے دوچار ہیں۔ برما کی فوجی حکومت نے 1982 کے سیٹزن شپ قانون کے تحت میانمار میں روہنگیا مسلمانوں اور دیگر لاکھوں چینی و بنگالی مسلمانوں کو اپنا شہری تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے انہیں اپنے علاقوں سے باہر جانے کی اجازت دینے سے بھی منع کردیا، اس قانون کے تحت یہاں کی شہریت حاصل کرنے کے لیے کسی بھی نسلی گروپ کو یہ ثابت کرنا لازم ہے کہ وہ 1823 کے قبل سے میانمار کا باشندہ ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ برما غالباً دنیا کا واحد ملک ہے، جو محض مذہبی عناد کی وجہ سے اپنے شہریوں کو شہری تسلیم کرنے سے انکار کررہا ہے، برمی بودھوں کے دماغ میں بھر دیا گیا ہے کہ مسلمان یہاں غیرقانونی مہاجر ہیں؛ اس لئے انہیں ملک کا شہری کہلانے کا حق حاصل نہیں۔ حالاں کہ برطانیہ سے برما کی آزادی کے بعد بھی شہریت کا کوئی تنازعہ نہیں تھا اور برما میں مسلمان اور بودھ ایک ساتھ زندگی گزار رہے تھے، مگر جب جنرل نیون نے 1962 میں اقتدار پر قبضہ کرلیا اور اپنے اقتدار کو دوام دینے کے لیے برمی قومیت کے جذبات ابھار دیئے، اس کے نتیجے میں پہلے شان صوبے کی اقلیتیں تعصب کا نشانہ بنیں، مگر اس نے اپنے تحفظ میں ہتھیار اٹھا لئے، اس طرح وہاں تشدد کا آغاز ہوگیا۔ اسی درمیان 1971 میں مشرقی پاکستان میں جاری خانہ جنگی سے تنگ چٹاگانگ کے پہاڑی بنگالیوں کی ایک تعداد نے جب برما میں سر چھپانے کی کوشش کی تو رخائن نسل کی مقامی بودھ آبادی میں بے چینی پھیلنی شروع ہوگئی۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوجی آمر نے ڈیڑھ پونے دوسو برس سے آباد روہنگیوں کو بھی عارضی مہاجر بنگالیوں کے ساتھ منسوب کردیا، جنرل نے !! ون کی حکومت نے بنگلہ دیش کی مجیب حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ بنگالی پناہ گزینوں کو واپس بلالے۔ اس کا اصرار تھا کہ ان سب کو بنگلہ دیش قبول کرے، جو نسلاً برمی نہیں ہیں۔ 1978 میں تقریباً دو لاکھ افراد کو بنگلہ دیش کے حدود میں دھکیل دیا گیا، جن کے بارے میں حکومتِ بنگلہ دیش کی دلیل تھی کہ ان کی نوے فیصد آبادی اراکان کے روہنگیا مسلمان ہیں؛ اس لیے برما انھیں واپس لے۔ اقوامِ متحدہ کی کوششوں سے برما انہیں واپس لینے پر آمادہ تو ہوا؛ لیکن 1982 میں شہریت کے قانون میں تبدیلی کرکے ملک میں آباد ایک سو پینتیس نسلی نیگروہوں کی فہرست سے ان مسلمانوں کو خارج کر دیا۔ شہریت چھننے کے بعد وہ غیرملکی قرار دے دیئے گئے اور ان سے رہائش، صحت، تعلیم اور روزگار سمیت بنیادی سہولتوں کا حق بھی چھین لیا گیا۔ اب ان کی حالت یہ ہے کہ وہ سرکاری اجازت کے بغیر شادی نہیں کرسکتے اور نہ دو سے زائد بچے پیدا کرسکتے ہیں۔ اجازت نامے کے بغیر نہ املاک کی خرید و فروخت کرسکتے ہیں اور نہ ایک سے دوسری جگہ آجاسکتے ہیں، اس پرستم یوں کہ 2014 میں ایک قانون کے تحت روہنگیا کی اصطلاح پر ہی پابندی لگادی گئی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ فوج کی سرپرستی میں روہنگیا خواتین کی گینگ ریپ، عورتوں، بچوں اور مردوں کا قتل عام، مساجد، اسکول اور گھر تباہ کئے جارہے ہیں۔ یہ مظالم شاید اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک سارے روہنگیے یا تو مر نہیں جاتے، یا کسی اور ملک فرار نہیں ہوجاتے۔ اکتوبر 2015 میں لندن کی کوئین میری یونیورسٹی کے کچھ محققوں کی ایک رپورٹ کے مطابق حکومت میانمار کی زیرِ سرپرستی، روہنگیا کی باضابطہ نسل کشی آخری مراحل میں ہے۔ اس مسئلے میں دشواری یہ ہے کہ حکومت برما کی جانب سے اراکان تک غیرملکی صحافیوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے، جس کی وجہ سے مصدقہ اور آزادانہ معلومات حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ تازہ واقعات کے سلسلے میں روہنگیوں پر الزام ہے کہ انہوں نے پولیس چوکیوں پر حملے کرکے متعدد پولیس اہلکاروں کو مار ڈالا ہے۔ اس کے بعد میانمار کی فوج نے ان کے خلاف آپریشن شروع کر دیا ہے، اس کے بارے میں اقوامِ متحدہ کا کہنا ہے کہ 25 اگست کے بعد سے روہنگیا پناہ گزینوں کی بنگلہ دیش ہجرت میں تیزی آئی ہے اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ روہنگیا اراکان میں جاری تشدد کی وجہ سے بھاگنے پر مجبور ہوئے ہیں، جہاں وہ پناہ گزیں کیمپوں میں رہنے پر مجبور ہوکر بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ خبر رساں ایجنسی رائٹرز کے مطابق حکومت بنگلہ دیش کا الزام ہے کہ میانمار نے سرحد پار کرنے والے پناہ گزینوں کی بڑی تعداد کے باوجود سرحد پر تازہ بارودی سرنگیں نصب کررکھی ہیں، اس علاقے میں 1990 کی دہائی کے دوران غیرقانونی طور پر سرحد پار کرنے والوں کو روکنے کے لیے بارودی سرنگیں لگائی گئی تھیں۔ ان تمام حالات کے باوجود روہنگیا مسلمان خود کو برما کا مستقل باشندہ کہتے ہیں اور وہ تحفظ کی ضمانت پر اپنے ملک جانے کے لیے تیار ہیں، مگر برما کے سابق صدر تھین سین نے اپنے نسلی ایجنڈے کا اظہار کرتے ہوئے ایک بیان جاری کرکے برمی مسلمانوں کی تشویش میں مزید اضافہ کردیا ہے کہ ان مسلمانوں کو کسی تیسرے ملک میں آباد کردینا چاہئے، اسی درمیان برما میں حکام نے گذشتہ تین دہائیوں میں پہلی بار مردم شماری کا کام شروع کردیا ہے؛ لیکن لوگوں کو روہنگیا کے طور پر اندراج کرانے سے منع کردیا ہے، نامعقول بات تو یہ ہے کہ اس پورے معاملے میں انسانی وسیاسی حقوق کی علمبردار اور امن کا نوبل انعام یافتہ محترمہ آنگ سان سوچی مسلسل باتین کررہی ہیں، یہ وہی خاتون ہے جس کے والد نے مسلمانوں کی مدد سے انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی لڑی اور کامیابی حاصل کی۔ وہیں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی نمائندہ خصوصی برائے میانمار یانگ ہی لی نے ملک میں روہنگیا مسلمانوں کے خلاف ہونے والے مظالم کی مذمت کرتے ہوئے ملک کی رہنما آنگ سان سوچی کو روہنگیا مسلمانوں کی مدد نہ کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا ہے، مگر ان دونوں کے مابین جاری سیاسی کشمکش میں مشق ستم تو بے چارے روہنگیا مسلمان ہی بن رہے ہیں۔ ان پر ظلم کے پہاڑ اس طرح توڑے جارہے ہیں کہ صرف پانچ دنوں کے اندر سو کلومیٹر کے دائرے میں مسلم آبادی بالکل تباہ کردی گئی ہے۔ عورتوں کی عصمت دری کی گئی اور بوڑھے بچوں تک تو سفاکانہ طور سے قتل کردیا گیا اور یہ سلسلہ مزید جاری ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۱ / پر)